غیبی اِنسان

PDFBOOKSFREE.PK

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

پاکستان ورچوئل لائبریری پر موجود تمام کتابیں قارئین کے مطالعے اور دعوتی واصلاحی مقاصد کے لئے اپلوڈ کی جاتی ہیں۔

تنبیہ

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اور ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

WAHEED LIBRARY
A-25, BLOCK "Q"
NORTH NAZIMABAD
KARACHI-14

غیبی انسان

بچّوں کے لیے ناول

ایچ۔ جی۔ ویلز

محمد سلیم الرّحمٰن

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور ● راولپنڈی ● کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

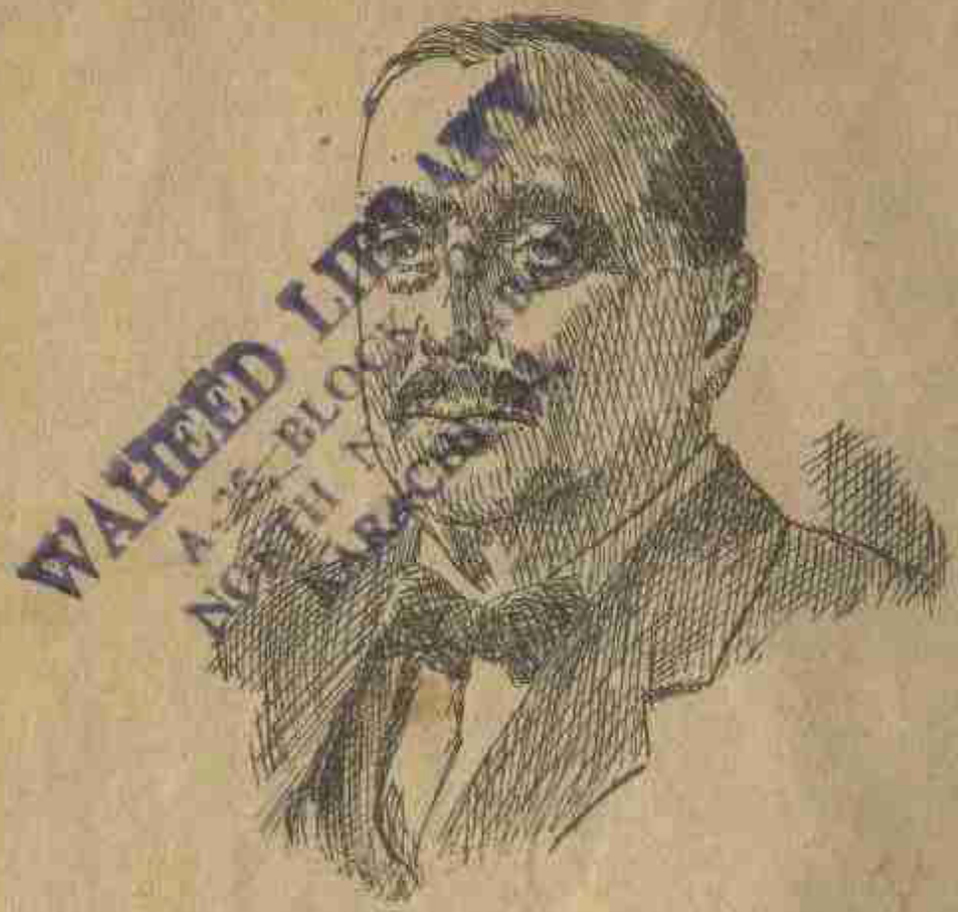

WAHEED LIBRARY
A-35 BLOCK
NORTH NAZIMABAD

آٹھویں بار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۹۷۶ء
تعداد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ 2000
مطبوعہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
طابع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عبدالحمید خان
قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [redacted]

دنیا میں اب تک جتنے دل چسپ اور حیرت انگیز ناول لکھے گئے ہیں۔ ان میں ایک "غیبی انسان" بھی ہے۔ یہ ناول انگریزی کے مشہور ادیب۔ ایچ جی۔ ویلز نے ستر سال پہلے لکھا تھا اور اس کا تمام بڑی بڑی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

ایچ۔جی۔ ویلز 1866ء میں انگلستان کے ایک قصبے بروملے میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد معمولی دکان دار تھے مگر ویلز چاہتے تھے کہ وُہ پڑھ لکھ کر بڑے آدمی بنیں۔ اُنھوں نے دن رات محنت کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

WAHEED LIBRARY
A-25, BLOCK "Q"
NORTH NAZIMABAD
KARACHI-33.

اور تنگی ترشی اُٹھا کر بی، ایس، سی کا امتحان پاس کر لیا۔
۲۷ سال کی عمر میں وہ ایسے بیمار ہوئے کہ چارپائی سے ہلنا تک دشوار ہو گیا۔ اُنھوں نے سوچا کہ یوں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ لاؤ کہانیاں ہی لکھوں۔ اُنھوں نے کہانیاں لکھ کر رسالوں میں چھپوائیں اور پڑھنے والوں نے اُنھیں بہت پسند کیا۔ اس سے اُن کا حوصلہ بڑھا اور اُنھوں نے ناول لکھنا شروع کر دیئے۔ کہانیوں کی طرح اُن کے ناول بھی بہت پسند کیے گئے اور وہ آہستہ آہستہ ساری دنیا میں مشہور ہو گئے۔

ایچ۔ جی۔ ویلز نے صرف کہانیاں اور ناول ہی نہیں لکھے۔ اُنھوں نے تاریخ، سیاست اور سائنس پر بھی کتابیں لکھیں اور وہ بھی بہت مقبول ہوئیں۔ 1946ء میں اُن کا انتقال ہوا تو دنیا بھر میں سوگ منایا گیا۔

پُراَسرار اجنبی

جاڑوں کے دن تھے۔ تیز، ٹھنڈی ہوا کے تھپیڑوں سے ہر طرف برف کے گالے اُڑ رہے تھے۔ ایسے خراب موسم میں ایک اجنبی، ہاتھ میں چمڑے کا چھوٹا سا کالا بیگ لیے، موضع آئی پنگ کے ریلوے اسٹیشن پر اُترا۔ اُس کا حلیہ دیکھنے کے لائق تھا۔ سر سے پیر تک کپڑوں میں لپٹا ہوا، ہاتھوں میں موٹے موٹے دستانے اور ہیٹ کچھ اِس انداز سے پہنا تھا کہ ناک کے سرے کے سوا سارا چہرہ چھپ گیا تھا۔

جب وہ گرتا پڑتا گھوڑا گاڑی نامی سرائے میں داخل ہوا تو زور سے چلّایا۔ "آگ جلاؤ۔ خدا کے لیے آگ جلاؤ۔ مجھے ایک کمرہ کرائے پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاہیئے۔" اور یہ کہہ کر دو اشرفیاں میز پر پھینک دیں۔
سرائے کی مالکن، مسز ہال اُسے اوپر کی منزل کے ایک کمرے میں لے گئی، آتش دان میں آگ جلا دی اور پھر کھانا تیار کرنے نیچے چلی گئی۔ وہ بہت خوش تھی کیونکہ جاڑوں میں کبھی کوئی اس کی سرائے میں ٹھہرنے نہ آتا تھا۔

جب وہ دستر خوان اور برتن لے کر واپس آئی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اجنبی اب تک اپنا بھیگا ہوا ہیٹ اور کوٹ پہنے کھڑکی کے سامنے کھڑا برف باری کا نظارہ کر رہا ہے۔

مسز ہال نے کہا "جناب! اگر آپ اپنا ہیٹ اور کوٹ اُتار دیں تو میں انھیں باورچی خانے میں سُکھانے ڈال دُوں۔"

"نہیں" اجنبی نے اُس کی طرف مُڑ کر کہا "میں انھیں اُتارنا نہیں چاہتا۔"

اجنبی نے بڑا سا نیلا چشمہ لگا رکھا تھا اور اس کی ڈاڑھی اِتنی گھنی تھی کہ چہرہ بالکل نظر نہیں آتا تھا۔ مسز ہال نے دل میں سوچا کہ آدمی باتونی معلوم نہیں ہوتا۔ وہ جلدی جلدی دستر خوان بچھا،

کمرے سے نکل گئی۔

جب وہ کھانا لے کر آئی تو اجنبی اِسی طرح بُت بنا کھڑا تھا۔ اُس کے کپڑوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ کھانا چُننے کے بعد مسز ہال نے کہا "جناب! کھانا حاضر ہے۔"

اجنبی نے کہا "شکریہ" لیکن اپنی جگہ سے ہلا نہیں وہ مسز ہال کے جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ اُدھر وہ رخصت ہوئی، اِدھر وہ کھانے کی میز کی طرف لپکا۔

باورچی خانے میں پہنچ کر مسز ہال کو یاد آیا کہ رائی کی چٹنی لے جانی تو یاد ہی نہیں رہی۔ چٹنی کی کُلھیا سینی میں سجا کر اس نے کمرے کا رُخ کیا، دروازے پر دستک دی اور اندر چلی گئی۔ اجنبی، جس نے اب ہیٹ کوٹ اُتار دیا تھا، جلدی سے جُھکا اور ایک رُومال اُٹھا کر مُنہ کے سامنے کر لیا۔ چٹنی میز پر رکھتے ہوئے مسز ہال کی نظر اُس کے چہرے پر جو پڑی تو وہ سہم گئی۔

نیلی عینک سے اُوپر اجنبی کا ماتھا، سر اور کان سب سفید سفید پٹیوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ سوائے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس کی گلابی، کھڑی ناک کے، اُس کے چہرے کا کوئی حصہ نظر نہ آ رہا تھا۔ اُس نے مُنہ کے سامنے سے رُومال نہ ہٹایا اور جب مسز ہال ہیٹ اور کوٹ اُٹھانے لگی تو گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔ "ہیٹ رہنے دو۔"

مسز ہال کا ڈر اب کم ہو گیا تھا۔ ہیٹ واپس رکھ کر وُہ بولی "جناب! مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ . . . . ." اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ آگے کیا کہے اجنبی جلدی سے "شکریہ" کہہ کر اِس طرح اُس کی طرف دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو کہ اب جاتی کیوں نہیں؟

مسز ہال کے جاتے ہی اجنبی نے اُٹھ کر کھڑکی کے پردے کھینچ دیئے تاکہ اُسے کوئی باہر سے نہ دیکھ سکے۔ اِس کے بعد وُہ مُطمئن ہو کر کھانا کھانے میں مشغول ہو گیا۔

اُدھر مسز ہال باورچی خانے میں بیٹھی دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔ "بے چارہ! شاید اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے یا اس کا آپریشن ہُوا ہو گا۔ اتنی پٹیاں دیکھ کر میرے تو سچ مچ ہوش اُڑ گئے۔ بیچارے

کا مُنہ بھی زخموں کی وجہ سے ٹیڑھا میڑھا ہو گیا ہے۔ تبھی تو وُہ اسے رُومال سے چھپائے رکھتا ہے۔"

جب وُہ برتن اُٹھانے گئی تو اجنبی مفلر سے مُنہ چھپائے بیٹھا پائپ پی رہا تھا۔ اُس نے کہا "میرا کچھ سامان اسٹیشن پر پڑا ہے۔ اگر آپ کسی کو بھیج کر ——————"

مسز ہال نے جواب دیا۔ "آج تو مشکل ہے۔ اس موسم میں کوئی ٹھیلے والا اسٹیشن تک جانے کو تیار نہ ہو گا۔"

یہ سُن کر اجنبی کو بڑی مایوسی ہوئی۔ مسز ہال کو باتیں کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ وُہ کہنے لگی۔ "اُدھر سڑک بڑی ڈھلوان ہے۔ پچھلے برس وہاں ایک بگھی اُلٹ گئی تھی۔ دو آدمی مر گئے تھے۔ حادثے تو آپ کو پتا ہی ہے اچانک پیش آ جاتے ہیں۔ کیوں، صاحب؟"

لیکن اجنبی اتنی آسانی سے اس کی باتوں میں آنے والا نہ تھا۔ اُس نے "ہاں ہُوں" کے سوا کوئی جواب نہ دیا۔ وار خالی جاتا دیکھ کر مسز ہال نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک اور حادثے کا قصّہ سنانا شروع کر دیا۔ وہ آپریشن پٹیوں اور زخموں کا ذکر کر کے یہ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ اجنبی کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا کہ اُس نے بڑی بے پروائی سے بات کاٹ کر کہا۔

"ذرا مجھے ماچس تو لا دو۔ میرا پائپ بجھ گیا ہے۔"

مسز ہال نے بہت بُرا مانا۔ وہ کچھ کہنے والی تھی کہ اسے اُن اشرفیوں کا خیال آ گیا جو اجنبی نے آتے ہی اُسے تھما دی تھیں۔ وہ چپ ہو گئی۔ ماچس تو اس نے لا دی لیکن دوبارہ کوئی بات چھیڑنے کی کوشش نہ کی۔ شام تک اُس کا مُنہ پھُولا رہا اور اُس نے سارا غصّہ اپنی نوکرانی پر اُتارا۔

ادھر وُہ اجنبی اندھیرا ہونے تک آگ کے سامنے بیٹھا پائپ پیتا رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اُسے دُنیا کی کسی چیز سے دلچسپی نہیں۔

شام پڑتے ہی مسز ہال کو یہ فکر ہوئی کہ اجنبی کو چائے کو پُوچھوں یا نہیں۔ وُہ اجنبی کا دوبارہ سامنا کرنے کے لیے دل کڑا کر رہی تھی کہ بینفری نام کا ایک گھڑی ساز سرائے میں آیا۔ باہر برف باری اور تیز ہو گئی تھی۔

"آج تو موسم بہت ہی خراب ہے۔" وُہ بولا۔

اُس کی ہاں میں ہاں ملانے کے بعد مسز ہال نے کہا "میاں! تم اب آ گئے ہو تو ذرا ہمارا گھنٹا ٹھیک کرتے جاؤ۔ کہنے کو تو وُہ ٹھیک چل رہا ہے مگر کم بخت کی چھوٹی سُوئی اپنی جگہ سے ہلنے کا نام نہیں لیتی۔"

وُہ گھنٹا اجنبی کے کمرے میں لگا تھا۔ جب وُہ دستک دے کر کمرے میں داخل ہوئی تو اجنبی بیٹھا اُونگھ رہا تھا۔ اندھیرے کمرے میں آگ کی مدّھم سی لال روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ مسز ہال کو محسوس ہُوا کہ جہاں اجنبی کا چہرہ ہونا چاہیے تھا وہاں ایک بڑا سا گڑھا نظر آ رہا ہے۔ اتنے میں اجنبی نے چونک کر مفلر سے اپنا مُنہ چھُپا لیا۔ مسز ہال نے سوچا کہ اندھیرا خاصا ہے اس لیے شاید مجھے اس کا چہرہ ٹھیک طرح نظر نہیں آیا۔ اس نے کہا۔

"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں یہ گھنٹا ذرا ٹھیک کروا لُوں۔"

اجنبی نے جواب دیا "مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جب مسز ہال لیمپ اُٹھائے ہینفری کو اندر لائی تو گھڑی ساز اجنبی کی ڈھیروں پٹّیاں اور موٹی عینک دیکھ کر ٹھٹک سا گیا۔ کہنے لگا۔ "معاف کیجیے۔ میں مُخل تو نہیں ہو رہا؟"

"بالکل نہیں" اجنبی نے جواب دیا اور پھر وُہ مسز ہال سے مُخاطِب ہُوا۔

"ویسے میرا خیال ہے کہ یہ کمرہ صرف میرے رہنے کے لیے ہی ہے۔"

"میں نے سوچا کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ یہ گھنٹا صحیح ——" مسز ہال نے کہنا شروع کیا۔

"بے شک۔ بے شک" اجنبی نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "لیکن عام طور پر میں اکیلا رہنا پسند کرتا ہوں اور کسی قسم کی گڑ بڑ برداشت نہیں کر سکتا۔ اور سنو! جب یہ مرمّت کا کام ختم ہو جائے تو میرے لیے چائے بنا لانا۔"

مسز ہال کمرے سے جانے لگی تو اجنبی کو ایک اور بات یاد آ گئی۔ "تم نے اسٹیشن سے میرا سامان یہاں لانے کا کوئی بندوبست کیا؟"

مسز ہال نے جواب دیا۔ "میں نے بات کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لی ہے۔ ٹھیلے والا کل صبح تمام چیزیں اُٹھا لائے گا۔"

"میں یہاں اِتنا تھکا ہارا پہنچا تھا کہ تمھیں اپنے متعلق کچھ نہ بتا سکا۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک سائنس دان ہوں اور کچھ تحقیقات کر رہا ہوں۔"

"اچھا جی!" مسز ہال بولی۔

"اور میرے سامان میں سائنس سے متعلق چیزیں ہی ہیں۔" اجنبی نے بتایا۔

"بہت کار آمد چیزیں ہوں گی یہ سب۔" مسز ہال نے سر ہلا کر کہا۔

اجنبی بولا "میں جلد از جلد اپنا کام شروع کرنا چاہتا ہوں ـــــ میرے آنی پنگ آنے کی وجہ یہ ہے کہ میں اکل کھرا اور اکیل مار قسم کا آدمی ہوں۔ کام کے دوران میں دوسروں کا آنا جانا یا دخل دینا مجھے پسند نہیں۔ اس کے علاوہ ایک حادثے نے ـــــ مجھے الگ تھلگ رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میری آنکھیں اتنی کمزور ہو چکی ہیں کہ مجھے زیادہ وقت اندھیرے میں رہنا پڑتا ہے۔ کام کرتے ہوئے میں کبھی کبھار اندر سے چٹخنی لگا لیتا ہوں

ایسے موقعوں پر کسی اجنبی کے اندر آنے سے مجھے سخت کوفت ہوتی ہے۔ یہ سب باتیں تمھیں خوب سمجھ لینا چاہئیں۔"

"بجا ہے جناب!" مسز ہال نے ادب سے کہا "اگر گستاخی نہ ہو تو کیا میں یہ پوچھ ـــــ"

اجنبی نے اس کی بات کاٹ دی۔ "بس۔ مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔"

مسز ہال کے جانے کے بعد اجنبی آتش دان کے سامنے کھڑا ہو کر لگا ہینفری کو گھورنے۔ وہ لیمپ کی روشنی میں گھنٹا ٹھیک کرنے میں مشغول تھا۔ بہت معمولی سی مرمت ہونا تھی لیکن ہینفری کو باتیں کرنے اور دوسروں کے حالات کا پتا چلانے کا بہت شوق تھا۔ اس نے اس اُمید پر کہ شاید اجنبی سے گپ شپ لڑانے کا موقع مل جائے، کام ختم کرنے میں جان بوجھ کر دیر لگا دی۔ وہ اجنبی کے عجیب و غریب حلیے کا راز معلوم کرنے کے لیے بے چین تھا۔

لیکن وقت گزرتا گیا اور اجنبی ٹس سے مس نہ ہوا۔ خاموشی سے تنگ آ کر ہینفری نے زبان کھولی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور ابھی "آج موسم ——" ہی کہا تھا کہ اجنبی نے اسے ڈانٹ دیا "تم کام ختم کر کے جاتے کیوں نہیں ؟ چھوٹی سوئی کو ذرا سا کسنا ہی تو ہے۔ یہ کیا تماشا کر رہے ہو ؟"

"بس جناب ! ایک منٹ میں ہوُا جاتا ہے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی" ہینفری نے جلدی جلدی کام نبٹایا اور جب سرائے سے باہر نکلا تو غصّے سے بڑبڑانے لگا۔

"شکل چڑیلوں کی اور مزاج پریوں کے ! منہ اس طرح چھپائے رکھتا ہے جیسے کوئی اشتہاری مجرم ہو"۔

راستے میں اسے ہال مل گیا وُہ سرائے کی مالکن کا شوہر تھا اور گھوڑا گاڑی چلایا کرتا تھا۔ وُہ چند سواریوں کو ریل کے بڑے جنکشن پر پہنچا کر لوٹ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ہینفری چیخا۔ "یار ! تمھاری سرائے میں انوکھا مہمان آ کر اُترا ہے"۔

ہال نے پُوچھا۔ "وُہ کون ؟"

ہینفری نے کہا۔ "بڑا ہی بھیانک حلیہ ہے"۔ اتنا کہہ کر اس نے اجنبی کا چہرہ مُہرہ اور سارا قصّہ خوب نمک مرچ لگا کر ہال کو سنایا اور ساتھ ہی اُسے

ڈرا بھی دیا کہ ایسے اجنبی آدمیوں کا کچھ اعتبار نہیں کیا پتا کوئی ٹھگ یا بہروپیا ہی ہو یا کوئی مجرم جو پولیس سے بچنا چاہتا ہو۔

ہال سیدھا سادا آدمی تھا۔ فوراً ہینفری کی باتوں میں آ گیا اور بولا۔ "ابھی جا کر دیکھتا ہوں کہ کیا مُعاملہ ہے"۔

مگر سرائے پُہنچتے ہی اس کی بیوی نے اسے آڑے ہاتھوں لیا کہ اتنی دیر لگا کر کیوں آئے ؟ جب ہال نے اجنبی کے بارے میں پُوچھ گچھ کی تو بیوی نے سیدھا جواب ہی نہ دیا۔ آدمی وُہ شکّی تھا۔ کہنے لگا۔ "تم عورتوں کو دنیا کا کیا پتا"۔

ہال کو اِتنی کُرید لگی ہُوئی تھی کہ اُس نے رات کو سونے سے پہلے اپنی بیوی کو تاکید کی کہ کل صُبح جب اجنبی کا سامان آئے تو اُسے غور سے دیکھنا۔ مسز ہال نے ناراض ہو کر کہا "میاں ! تم اپنے کام سے کام رکھو۔ میں جانوں اور میرا کام"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عجیب باتیں

اگلی صبح جب اجنبی کا سامان ٹھیلے پر لدا ہُوا آیا تو وُہ منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ دو تو صندوق تھے، جیسے عام طور پر لوگوں کے پاس ہُوا کرتے ہیں ایک بڑا سا لکڑی کا بکس تھا جس میں موٹی موٹی کتابیں بھری ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ کوئی درجن بھر پیٹیاں تھیں، جن میں شاید شیشے کی بوتلوں کو اِحتیاط سے پیک کیا گیا تھا۔

ٹھیلے کا دروازے پر پہنچنا تھا کہ اجنبی ہیٹ، کوٹ، دستانوں اور مفلر میں لپٹا لپٹایا بے تابی سے باہر نکلا اور بولا "چلو، یہ بکس جلدی اُتارو۔ میں اِنتظار کرتے کرتے تھک گیا ہوں۔"

اتفاق سے ٹھیلے والے کے ساتھ اُس کا پالتو کُتّا بھی تھا۔ اجنبی نے جلدی میں اُسے نہیں دیکھا۔ اُس کا ٹھیلے کے پاس آنا تھا کہ کُتّے پر گویا بھوت سوار ہو گیا۔ اُس کے بال کھڑے ہو گئے اور وُہ بھیانک انداز میں غُرّاتا ہُوا اجنبی پر حملہ آور ہُوا۔ پہلے اُس نے اُچھل کر دستانے پر مُنہ مارا اور پھر پتلون کا پائنچہ نوچ لیا۔ یہ دیکھ کر ٹھیلے والے نے کُتّے کو اس زور کا ہنٹر رسید کیا کہ وُہ "پیں، پیں" کرتا ہُوا ٹھیلے کے نیچے جا گھُسا۔

اجنبی نے ایک نظر اپنے پھٹے ہوئے دستانے اور پتلون پر ڈالی اور پھر دوڑتا ہُوا اندر چلا گیا۔ باہر ہال، مسز ہال، ٹھیلے والے اور کئی تماشائیوں میں جھک جھک ہونے لگی۔ مسز ہال کہہ رہی تھی کہ تم ایسا کُتّا ساتھ کیوں لائے جسے کوئی تمیز ہی نہیں۔

اتنے میں اجنبی پتلون اور دستانے بدل کر پھر باہر آ گیا اور بولا "جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے خراش تک نہیں آئی ہے۔ اب یہ سامان جلدی اندر پہنچاؤ۔"

جیسے ہی پہلی پیٹی کمرے میں پہنچی اجنبی اس پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پل پڑا۔ بھوسا نکال کر پھینک دیا اور بوتلیں نکالنے لگا۔ ہر طرح کی، ہر سائز کی، ہر رنگ کی بوتلیں تھیں۔ چھوٹی بڑی، لمبی، ناٹی، گول مٹول، چپٹی اور پتلی، خوبصورت، بھدّی، نیلی پیلی ہری سفید۔ کسی میں سفوف، کسی میں محلول۔ کمرے میں ہر طرف کارنس پر، میز پر، فرش پر، کتابوں اور برتنوں کی الماریوں میں، بوتلیں ہی بوتلیں نظر آنے لگیں۔ ایک پیٹی میں سے ترازو اور کچھ ٹیسٹ ٹیوب بھی برآمد ہوئے۔

اس کے بعد اجنبی کو کسی بات کا ہوش نہ رہا وہ کھڑکی کے پاس والی میز پر کام میں مشغول ہو گیا۔ جب مسز ہال دوپہر کا کھانا لے کر کمرے میں گئی تو وہ بوتلوں کا محلول ٹیوبوں میں اُلٹنے میں اتنا محو تھا کہ اسے پتا بھی نہ چلا کہ کوئی آیا ہے۔ مسز ہال نے میز پر سے بھوسا ہٹا کر کھانے کی ٹرے زور سے رکھی تو اُس نے مُڑ دیکھا۔ اس وقت اُس نے عینک نہیں لگا رکھی تھی۔ مسز ہال کو محسوس ہوا کہ اُس کی آنکھیں بہت اندر کو دھنسی ہوئی ہیں۔

اجنبی نے فوراً عینک لگا لی اور بگڑ کر بولا۔ "دروازے پر دستک دیئے بغیر اندر نہ آیا کرو۔"

مسز ہال نے عُذر پیش کیا "میں نے دستک دی تھی مگر شاید ——"

اجنبی بولا۔ "خیر، دی ہو گی لیکن میں جو تجربے کر رہا ہوں ان کے دوران میں ذرا سا شور بھی، دروازہ کھلنے کی آواز تک، میرے لیے کونت کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس لیے ——"

مسز ہال نے فقرہ دیا۔ "آپ اندر سے چٹخنی لگا لیا کریں۔ اور جناب! میں یہ عرض کرنا چاہتی تھی کہ آپ نے سارا بھوسا قالین پر بکھیر دیا ہے۔ اس کی صفائی ——"

اجنبی نے زور سے کہا۔ "اگر ایسا ہی ہے تو اس کے پیسے بھی بل میں شامل کر لینا۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

تمام سہ پہر اجنبی اندر سے چٹخنی لگا کر خاموشی سے کام کرتا رہا۔ لیکن ایک مرتبہ ایسا شور ہوا جیسے میز ہلنے سے بہت سی بوتلیں آپس میں ٹکرائی ہوں اور پھر چھن سے کچھ ٹوٹنے کی آواز آئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسز ہال کو تشویش ہوئی تو وہ دروازے سے لگ کر کھڑی ہو گئی اور غور سے سننے لگی۔ اندر اجنبی جانے کیا بڑبڑا رہا تھا "اتنا کام کیسے ہو گا۔ پورے تین لاکھ ہیں۔ پورے تین لاکھ۔ فوج کی فوج۔ بڑا دھوکا ہوا۔ میری تو ساری زندگی اسی میں کٹ جائے گی۔"

مسز ہال نے اتنا ہی سنا تھا کہ باہر، سرائے کے کھانے کے کمرے میں کوئی گاہک آ گیا اور اسے مجبوراً ادھر جانا پڑا۔ جب وہ واپس آئی تو سناٹا پڑا تھا۔ کبھی کبھار کسی بوتل کی کھنک سنائی دے جاتی تھی۔ اجنبی نے دوبارہ کام شروع کر دیا تھا۔

جب شام کو وہ چائے لے کر اندر گئی تو ایک کونے میں چند ٹوٹی پھوٹی بوتلیں نظر آئیں اور ایک جگہ سنہرا سا دھبا بھی پڑا ہوا تھا۔ اس نے اجنبی کو دھبا دکھایا تو وہ بولا۔ "ٹوٹ پھوٹ، داغ دھبے، نقصان وغیرہ سب بل میں لکھتی جاؤ۔ مجھے پریشان نہ کیا کرو۔"

اس کے سامنے ایک کاپی کھلی رکھی تھی، جس

میں کوئی بہت ہی لمبی فہرست درج تھی۔ وہ اس فہرست پر صاد کے نشان بناتا جا رہا تھا۔

عین اسی وقت، ٹھیلے والا اور ہنیفری گھڑی ساز ایک ہوٹل میں بیٹھے اجنبی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ ٹھیلے والے نے کہا۔ "میں بتاؤں؟ اس آدمی کی ٹانگیں کالے رنگ کی ہیں۔ صبح جب اس پر میرے کتے نے حملہ کیا تو اس کی پتلون پھٹ گئی۔ وہاں سے اس کی کھال سرخ و سفید نظر آنے کے بجائے کالی کالی معلوم ہو رہی تھی۔"

ہنیفری بولا "یہ ایک ہی رہی۔ اس کی ناک تو گلابی ہے۔"

ٹھیلے والے نے کہا "ہاں، در اصل یہ آدمی چتکبرا ہے۔ کہیں سے کالا، کہیں سے گورا۔ کوئی بیماری ہو گئی ہو گی۔ اسی لیے بے چارا اپنا منہ چھپائے پھرتا ہے۔"

اجنبی فروری کے مہینے میں سرائے میں آ کر ٹھہرا تھا۔ دن گزرتے گئے۔ اپریل آ گیا۔ اتنے عرصے وہ اپنے تجربوں میں مشغول رہا۔ کبھی کبھی اس کی مسز ہال سے جھڑپ ہو جاتی۔ مگر وہ بل ہمیشہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وقت پر ادا کرتا تھا۔ اس لیے مسز ہال اس کی بدمزاجی برداشت کر لیتی تھی۔

اجنبی کو گاؤں یا گاؤں والوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ البتہ شام کے وقت اکثر وہ ٹہلنے نکلا کرتا لیکن گرمی ہو یا سردی، کیا مجال جو اس کے لباس میں ذرا تبدیلی آئی ہو۔ وہی ہیٹ اور کوٹ، وہی دستانے اور مفلر، وہی بھاری بھر کم عینک۔ وہ ٹہلتا بھی ایسے راستوں پر تھا جو بالکل ویران ہوتے گاؤں والوں کو اس کا بھید معلوم کرنے کا بڑا چاؤ تھا۔ مسز ہال نے انھیں یہ بتا کر ٹال دیا تھا کہ اس کا کرائے دار سائنس دان ہے۔ وہ کچھ تجربے کر رہا تھا کہ ایک حادثے میں اس کا چہرہ بگڑ گیا۔ اس لیے وہ منہ چھپانے پر مجبور ہے۔

مگر لوگوں کو خیالی گھوڑے دوڑانے سے کون روکتا۔ ہینفری گھڑی ساز کہتا پھرتا تھا کہ اجنبی اشتہاری مجرم ہے، جس نے پولیس سے بچنے کے لیے یہ سوانگ بھر رکھا ہے۔ وہاں کے اسکول ماسٹر کا خیال تھا کہ وہ کوئی نئی طرح کا بم بنانے میں

مشغول ہے۔ کچھ لوگ ٹھیلے والے کے ہم خیال تھے اور اسے چنگبرا سمجھتے تھے۔ بعض کی رائے میں وہ ایک پاگل مگر بے ضرر آدمی تھا۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔

سب سے زیادہ کُرید ایک ڈاکٹر کو تھی۔ اجنبی کی سینکڑوں بوتلوں اور تجربوں کا سن کر اسے فکر ہو گئی تھی کہ کہیں وہ ایسی دوا تو ایجاد نہیں کر رہا جو تمام بیماریوں کا علاج ہو۔ اسے اپنا کاروبار ٹھپ ہو جانے کا خطرہ تھا۔ ایک دن اس سے رہا نہ گیا۔ وہ سرائے پہنچا اور سیدھا اجنبی کے کمرے کا رُخ کیا۔ دستک دے کر وہ تو اندر چلا گیا اور مسز ہال دروازے سے لگ کر کھڑی ہو گئی کہ سُنے تو سہی، دونوں میں کیا بات چیت ہوتی ہے۔

کوئی دس منٹ تک دونوں آدمیوں کے بولنے کی آواز آتی رہی۔ پھر یکایک ایک چیخ سنائی دی۔ کُرسی گری، قہقہہ بلند ہوا۔ فوراً ہی ڈاکٹر کمرے سے باہر نکلا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ وہ دوڑتا ہوا سرائے سے باہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلا گیا۔ مسز ہال نے اجنبی کو کمرے میں ہنستے ہوئے سنا۔ پھر دروازہ زور سے بند کر لیا گیا۔

اُدھر ڈاکٹر سیدھا گاؤں کے پادری کے پاس پہنچا اور جاتے ہی چیخا۔

"حضرت! میں دیوانہ تو معلوم نہیں ہوتا؟"

"کیا بات ہوئی؟" پادری نے دریافت کیا۔

"وہ جو شخص ہے نا سرائے میں ——" ڈاکٹر نے کہنا شروع کیا۔

"اچھا؟" پادری نے سوالیہ انداز میں اسے گھورا۔

"پہلے مجھے کچھ پلائیے تاکہ میرے ہوش ٹھکانے آئیں۔"

پادری نے اس کے لیے گرما گرم کافی بنوائی۔ کافی پی کر ڈاکٹر کی جان میں جان آئی تو بولا: "قصہ یہ ہے کہ میں اُس سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس سے جا کر کہتا ہوں کہ خیراتی ہسپتال کے لیے چندہ چاہیئے۔ اس بہانے ملاقات ہو جائے گی یہ ٹھان کر میں اس کے پاس چلا گیا۔ وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے کرسی پر بیٹھا سُوں سُوں کر رہا تھا۔

جو آدمی ہر وقت گرم کپڑوں کی پوٹلی بنا رہے گا اسے آپ زکام ہو گا۔

میں نے چندے کا ذکر چھیڑا اور کن انکھیوں سے بیٹھک کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ کہنے لگا کہ غور کروں گا۔ آخر میں نے پوچھ ہی لیا کہ آپ کوئی تحقیق کر رہے ہیں کیا؟" بولا:

"ہاں کر تو رہا ہوں۔ کام کم بخت بہت لمبا ہے۔" پھر اپنا ایک قصہ سنانے لگا کہ کہیں سے اسے ایک بہت قیمتی نسخہ ہاتھ لگا تھا۔ وہ اس پر غور کر رہا تھا کہ وہ اُڑ کر آتش دان میں جا گرا اس نے لپک کر اُسے اُٹھانا چاہا مگر کاغذ جل گیا۔"

یہ قصہ سناتے وقت تک ایک دفعہ اُس نے بے خیالی میں جیب سے ہاتھ جو نکالا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ہاتھ موجود ہی نہ تھا۔ صرف خالی آستین تھی۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ کیا عجوبہ ہے؟ کیا یہ لنجا ہے؟ اور اگر اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے تو یہ آستین لٹکی ہوئی کیوں نہیں؟ پھولی ہوئی کیوں ہے؟ میرے منہ سے نکلا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ارے توبہ"۔ وُہ بولتے بولتے رُک گیا مجھے گھُورنے لگا۔ پھر اس نے جلدی سے ہاتھ جیب میں ڈال لیا اور بولا "ہاں، تو میں نسخے کا ذکر کر رہا تھا۔

میں نے اسے ٹوک کر پُوچھا۔ "آپ اپنی خالی آستین اس طرح کھڑی اور پھُولی پھُولی کیسے رکھتے ہیں؟"

"کہنے لگا۔" خالی آستین؟"

"میں نے کہا "جی ہاں! خالی آستین"

یہ سُن کر وُہ اُٹھ کھڑا ہُوا اور بولا۔" تو گویا یہ آستین خالی ہے؟ تمھیں نظر آ گیا کہ یہ خالی آستین ہے"

میں بھی اُٹھ کھڑا ہُوا۔ وُہ آہستہ آہستہ چلتا ہُوا میرے پاس آ گیا۔ اُف! اس کا وُہ ہولناک حلیہ۔ اس نے دوبارہ جیب سے ہاتھ بلکہ آستین ہی کیسے نکالی اور سیدھی میری طرف بڑھا دی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"اس آستین کے اندر تو کچھ بھی نہیں ہے"

وُہ اپنی آستین میری طرف بڑھاتا گیا اور خالی آستین اسی طرح تنی ہوئی بڑھتی چلی آئی۔ یہاں

تک کہ میرے مُنہ سے صرف چھ انچ دُور رہ گئی۔ مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اور پھر ——

"پھر کیا؟" پادری نے بڑے شوق سے پُوچھا۔

"پھر بالکل ایسا لگا جیسے کسی نے انگلیوں سے میری ناک پکڑ کر نوچ لی ہو" ڈاکٹر نے کہا۔

پادری نے زور سے قہقہہ لگایا۔

ڈاکٹر کی آواز اور بلند ہو گئی "اور وہاں، انگلیاں تھیں ہی نہیں۔ وہاں کوئی چیز نہیں تھی۔ پھر بھی کسی نے میری ناک پکڑ رکھی تھی۔ آپ سنئے جائیے۔ مجھ پر تو یہ بیتی ہے۔ بس جی، میں وہاں سے سر پر پیر رکھ کر بھاگا"

پادری نے چند لمحے ڈاکٹر کو شبہے کی نظر سے دیکھا اور پھر سر ہلا کر لال بجھکڑوں جیسے انداز سے کہنے لگا۔ "یہ واقعی نہایت حیرت انگیز کہانی ہے"

اسی رات پچھلے پہر ایک اس سے بھی عجیب بات ہوئی۔ صُبح سے ذرا پہلے پادری کی بیوی کی آنکھ کھُل گئی اور اُس نے صاف سنا کہ کوئی آدمی ننگے پیر چلتا ہُوا ساتھ کے کمرے سے نکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر سیڑھیوں کی طرف جا رہا ہے۔ اُس نے فوراً پادری کو اٹھایا۔ میاں بیوی کمرے سے باہر نکلے ہی تھے کہ نچلے کمرے میں کھڑ بڑ ہوئی پھر کسی کے زور سے چھینکنے کی آواز آئی۔

اب شُبہے کی کیا گنجائش تھی۔ ایک طرف کونے میں کُدال پڑا تھا۔ پادری نے وُہی اُٹھا لیا۔ ابھی وُہ دبے پاؤں سیڑھیاں اُتر رہا تھا کہ نیچے مطالعے کے کمرے سے بڑی میز کی دراز کھُلنے کی آواز آئی۔ کاغذ سرسرائے اور کسی نے دیا سلائی جلائی پادری نے نیچے پہنچ کر کواڑ کی درز میں سے اندر جھانکا۔ میز، کھُلی ہوئی دراز اور میز پر جلتی ہُوئی موم بتّی صاف نظر آ رہی تھی مگر چور کا کہیں پتا نہ تھا۔ پادری کی بیوی بھی نیچے اُتر آئی تھی۔

فوراً ہی انھیں سکوں کی جھنکار سنائی دی۔ دراز میں ڈھائی پونڈ کی ریزگاری رکھّی تھی اور چور نے اسے ڈھونڈ نکالا تھا۔ سکوں کی کھنکھناہٹ سن کر پادری کو تاب نہ رہی۔ وُہ دھڑ سے دروازہ کھول، کُدال ہلاتا ہُوا، اندر جا گھُسا اور نعرہ لگایا "خبردار!"

اور پھر بیچ کمرے میں ہکّا بکّا کھڑا رہ گیا۔ وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ دونوں میاں بیوی کی حیرت کی انتہا نہ تھی۔ منٹ بھر بعد انھیں ہوش آیا تو انھوں نے کمرے کی تلاشی لینی شروع کی۔ میز کے نیچے جھانکا، پردوں کے پیچھے دیکھا اور احتیاط سے ردّی کی ٹوکری کو بھی اُلٹ پُلٹ ڈالا۔

"اگر یہاں کوئی نہیں تھا تو یہ موم بتّی کس نے جلائی؟" پادری نے پُوچھا۔

"اور یہ کھُلی ہوئی دراز؟ ہمارے روپے کون لے گیا؟" بیوی نے سوال کیا۔

وُہ اِس مُعمّے پر غور کر رہے تھے کہ باورچی خانے میں کوئی زور سے چھینکا۔ اور پھر پچھلے دروازے کی چٹخنی کھُلنے کی آواز آئی۔ میاں بیوی موم بتّی لے کر باورچی خانے کی طرف دوڑے۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے پچھلا دروازہ کھُلا اور بند ہُوا مگر کوئی باہر جاتا نظر نہ آیا۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پچھلے دروازے کو اچھی طرح بند کرنے کے بعد اُنھوں نے گھر کا کونا کونا چھان مارا۔ صبح ہو گئی مگر دونوں میاں بیوی موم بتی لیے گھر میں دوڑے دوڑے پھر رہے تھے۔

اجنبی غائب ہو گیا

اُدھر تو پادری اور اُس کی بیوی اس اُلجھن میں گرفتار تھے، اِدھر اسی وقت منہ اندھیرے سرائے کا مالک ہال اُٹھ کر اُوپر سٹور کی طرف چلا جہاں کھانے پینے کی چیزیں جمع رہتی تھیں۔ اتفاقاً اُس کی نگاہ اجنبی کے کمرے پر پڑ گئی۔ کمرے کا دروازہ ذرا سا کھلا ہُوا تھا۔ اس بات پر حیران ہوتا ہُوا وُہ ذرا آگے بڑھا تو اُس کی نظر سرائے کے بڑے دروازے پر پڑی جس کی چٹخنی کھُلی پڑی تھی۔ ہال کو اچھی طرح یاد تھا کہ رات اُس نے سونے سے پہلے چٹخنی لگا دی تھی۔ وُہ مڑ کر اجنبی کے کمرے کے پاس آیا اور دروازے پر دستک دی تو جواب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ندارد۔

وہ دروازہ کھول کر اندر گیا تو دیکھا کہ کمرہ خالی ہے۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ بستر پر اور کرسی پر وہ تمام کپڑے اور پٹیاں بے ترتیبی سے بکھری پڑی تھیں جو وہ ہر وقت پہنے اور باندھے رہتا تھا۔ پلنگ کے ایک پائے پر اُس کا ہیٹ بھی ٹنگا تھا۔

ہال دوڑا ہوا نیچے بیوی کے پاس گیا اور بولا "دیکھا! میں نہ کہتا تھا کہ یہ آدمی دھوکا دے کر بھاگ جائے گا۔ اُس کا کہیں پتا نہیں ہے اور بڑے دروازے کی چٹخنی کھلی ہوئی ہے۔"

مسز ہال جلدی جلدی جوتے پہن کر زینے کی طرف لپکی۔ ہال پیچھے پیچھے ہو لیا اور کہنے لگا۔ "حیرت مجھے اس بات پر ہے کہ اس کے سارے کپڑے تو کمرے میں پڑے ہیں۔ کیا یہاں سے صبح سویرے وہ ننگا بُچّا ہی اُڑنچھو ہو گیا؟"

اچانک ان دونوں کو ایسا محسوس ہوا کہ بڑا دروازہ کھلا اور بند ہوا ہے۔ مُڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔

وہ زینہ چڑھ رہے تھے کہ چھینکنے کی آواز آئی۔ مسز ہال اپنے میاں سے کئی سیڑھیاں آگے تھی اس لیے وہ سمجھا کہ میری بیوی کو چھینک آئی ہے۔ مسز ہال سمجھی کہ ہال چھینک رہا ہے۔ بہر حال، دونوں خالی کمرے میں پہنچ گئے اور حیران ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔

دیکھتے ہی دیکھتے ایک عجیب و غریب تماشا ہوا بستر پر پڑے کپڑے آپ ہی آپ اُچھلے اور نیچے فرش پر گر گئے۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے انھیں اٹھا کر پھینک دیا ہے۔ اس کے بعد ہیٹ پائے سے اُڑا، کمرے کا چکّر لگاتا ہوا آیا اور مسز ہال کے مُنہ سے ٹکرایا۔ کرسی آپ ہی آپ ہلی۔ اس پر لٹکا ہوا کوٹ پھسل کر نیچے گر گیا۔ پھر وہ اُلٹی ہو کر چاروں پایوں سمیت مسز ہال کی طرف جھپٹی۔ مسز ہال کی چیخ نکل گئی۔ وہ باہر جانے کو مُڑی تو کرسی کے پائے اس کی پیٹھ میں آ لگے اور اُسے دھکیلتے ہوئے کمرے سے باہر چھوڑ آئے۔ کرسی نے یہی سلوک ہال کے ساتھ کیا۔ جب میاں بیوی کمرے سے باہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نکال دیئے گئے تو دروازہ دھڑ سے بند ہو گیا اور کسی نے اندر کی چٹخنی لگا لی۔

دہشت کے مارے مسز ہال کے ہاتھ پیروں میں دم نہ رہا تھا۔ ہال اور باورچن نے مشکل سے اسے سہارا دے کر زینے سے اُتارا اور پلنگ پر لٹا دیا۔ اس نے روہانسی آواز میں اپنے میاں سے کہا۔ "دیکھو جی! اس آدمی سے جلد چھٹکارا حاصل کرو۔ میرا تو اس کا حلیہ دیکھ کر پہلے ہی ماتھا ٹھنکا تھا۔ شیطان کا چیلا ہے کم بخت۔ مُوا تبھی تو اتوار کو نماز پڑھنے گرجا بھی نہیں جاتا۔ اس نے میری میز کرسیوں پر جادُو کر دیا ہے۔ اچھے بھلے فرنیچر کا ناس ہو گیا۔"

طے یہ پایا کہ باورچن کو بھیج کر سینڈی لوہار کو بُلایا جائے جو سامنے ہی رہتا تھا اور بہت جی دار سمجھا جاتا تھا۔ سینڈی لوہار کو باورچن کی زبانی جب سارے واقعے کا پتا چلا تو وُہ یہ کہتا ہُوا کہ "یہ تو جادُو کا کھیل ہے" سرائے میں آ گیا۔ سرائے والے سینڈی کو لے کر اُوپر

جانا چاہتے تھے۔ سامنے جو پنساری کی دکان تھی اس کے مالک اور ملازم کو بھی بُلا لیا گیا۔ باتیں تو سب بنا رہے تھے لیکن اُوپر جانے کی ہمت کسی کو نہ پڑ رہی تھی۔

یکایک اُوپر کے کمرے کا دروازہ آپ ہی آپ کھُل گیا اور انھوں نے دیکھا کہ اجنبی حسبِ معمول ہیٹ پہنے، پٹیاں باندھے، عینک لگائے، کوٹ، مفلر اور دستانوں میں لپٹا لپٹایا باہر نکلا، پھر فوراً ہی واپس کمرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کر لیا۔

"لو، کر لو بات!" سینڈی نے کہا۔

"میں ابھی جا کر اس کی خبر لیتا ہوں۔" ہال کو غصّہ آ گیا۔ وُہ اُوپر گیا، کمرے کا دروازہ کھولا اور یہ کہا ہی تھا کہ "معاف کرنا" کہ اجنبی دہاڑا "جہنم میں جاؤ اور یہ دروازہ بند کر دو۔" اس کے بعد کسی کو اجنبی سے اُلجھنے کی جُرأت نہ ہوئی۔

اجنبی صُبح سے دوپہر تک کمرہ بند کیے بیٹھا رہا۔ کسی نے اُس کی خبر نہ لی۔ اُس نے دو تین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اوّدفعہ گھنٹی بھی بجائی مگر مسز ہال نے "بھاڑ میں جائے یہ بد بخت" کہہ کر کوئی توجّہ نہ دی۔

اسی دوران میں یہ افواہ سننے میں آئی کہ پادری کے گھر چوری ہوئی ہے۔ ہال اور سینڈی علاقے کے مجسٹریٹ سے مشورہ کرنے چلے گئے۔ اتنے عرصے اجنبی، بھوکا پیاسا بیٹھا کیا کرتا رہا، یہ کسی کو پتا نہیں۔ کبھی کبھی اس کے ٹہلنے، بڑبڑانے کاغذ پھٹنے اور بوتلیں ٹوٹنے کی آواز آ جاتی تھی

ٹھیک ایک بجے اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ نیچے اُتر کر آیا۔ اس نے کھانے کے کمرے میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو غصّے سے گھورا اور بولا۔ "مسز ہال کہاں ہے؟"

ایک آدمی اُٹھ کر مسز ہال کو بُلانے چلا گیا۔

کچھ دیر بعد مسز ہال وہاں آئی تو اس کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بڑے غصّے میں ہے اور اجنبی کو کھری کھری سنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ کچھ دن سے اجنبی نے بل بھی ادا نہیں کیا تھا۔

مسز ہال نے آتے ہی کہا۔ "جو رقم آپ کی طرف نکلتی ہے وہ آخر کب ادا ہو گی؟"

اجنبی چنگھاڑا۔ "تم نے میرا ناشتا کیوں نہیں بھیجا؟ میرے لیے کھانا کیوں نہیں پکایا؟ جب میں نے گھنٹی بجائی تو تم حاضر کیوں نہیں ہوئیں؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں کھائے پیئے بغیر زندہ رہ سکتا ہوں؟"

مسز ہال نے بھی سخت لہجے میں جواب دیا۔ "اور میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آپ نے میرا بل کیوں نہیں ادا کیا؟"

اجنبی نے کہا "میں نے تین دن ہوئے تمھیں بتایا تھا کہ مجھے ایک جگہ سے رقم ملنے کی اُمید ہے ——"

مسز ہال نے بگڑ کر کہا۔ "میں نے بھی تین دن پہلے آپ کو بتا دیا تھا کہ میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ اگر میری رقم کی ادائیگی میں دیر ہو سکتی ہے تو آپ کے ناشتے میں بھی دیر ہو سکتی ہے۔ آپ کو شکایت کرنے کا کیا حق ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اجنبی کچھ سٹپٹا سا گیا۔ دوسرے لوگوں نے بھی محسوس کیا کہ مسز ہال کا پلّا بھاری ہے۔ اور یہ حقیقت تھی کیونکہ اجنبی نے فوراً اپنا لہجہ بدل لیا۔ "دیکھو، بی بی!——" اُس نے کہنا شروع کیا۔

"مجھ سے بی بی بی بی نہ کرو" مسز ہال نے ٹوکا۔

"مجھے ابھی منی آرڈر تو موصول نہیں ہوا پھر بھی اِس وقت میری جیب میں——"

مسز ہال نے اجنبی کی بات پھر کاٹ دی اور بولی۔ "واہ! تین دن پہلے تو آپ فرما رہے تھے کہ میری جیب میں تھوڑی سی ریزگاری کے سوا کچھ نہیں۔"

"ہاں! لیکن اب مجھے کچھ اور رقم مل گئی ہے" اجنبی بولا۔

اس پر کئی چائے پینے والوں نے "اخاہ!" کہا اور مسز ہال نے فقرہ کسا۔ "کہاں سے اُڑا لائے یہ رقم؟"

یہ سن کر اجنبی جھنجھلا گیا اور پاؤں پٹخ کر

بولا "کیا مطلب؟"

مسز ہال نے جواب دیا۔ "مطلب یہی کہ یہ رقم کہاں سے ہاتھ لگی؟ اور آپ کو ناشتا یا کھانا دینے سے پہلے میں کچھ باتیں معلوم کرنا چاہتی ہوں جو میری تو کیا، کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ مجھے بتایئے کہ آپ نے میری کرسی پر کیا جادو کیا ہے؟ اور آپ کا کمرہ خالی کیوں پڑا تھا اور آپ دوبارہ اس کے اندر کیسے پہنچ گئے؟ اور میں یہ معلوم——"

ایک دم اجنبی نے اپنے ہاتھ نچائے، پاؤں پٹخے اور گلا پھاڑ کر چیخا "خاموش!" مسز ہال سہم کر چپ ہو گئی۔

اجنبی نے دہاڑنا شروع کیا۔ "تمھیں معلوم نہیں کہ میں کون ہوں؟ لو، میں ابھی تم سب کو بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔ اور جب ہاتھ ہٹایا تو اس کے چہرے کے بیچ میں گہرا اور اندھیرا گڑھا پڑ گیا تھا۔

"یہ لو" اس نے اپنی بند مٹھی مسز ہال کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف بڑھا دی۔ مسز ہال نے سوچے سمجھے بغ
ہاتھ اُٹھا کر اجنبی کے ہاتھ سے چیز لے لی۔
ہی اس کی نظر اس چیز پر پڑی اس نے چیخ
کر اُسے فرش پر پھینک دیا۔ وُہ اجنبی کی چمک
گُلابی ناک تھی۔ اور جب وُہ فرش پر گری
ایسی آواز آئی جیسی گتّے کے گرنے سے آتی
ہے۔ ناک گتّے کی بنی ہوئی تھی۔

پھر اجنبی نے اپنی عینک اُتار دی۔ کھانے
کے کمرے میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر کپکپی چڑھ
گئی۔ اس نے ہیٹ ایک طرف پھینک دیا اور
جلدی جلدی اپنی ڈاڑھی اور پٹّیاں نوچ نوچ کر
اتارنے لگا۔ اُس کی ڈاڑھی بھی مصنوعی تھی۔ سا
ہی ساتھ اس کا چہرہ غائب ہوتا چلا گیا۔

ایک منٹ بعد لوگوں کے سامنے ایک بغیر
سر کا آدمی کھڑا تھا۔ مسز ہال چیخیں مارتی ہوئی
باہر بھاگی۔ باقی لوگ بھی دروازے کی طرف سر
لگے۔ جو کچھ انھوں نے دیکھا تھا وُہ سراسر اُن
کی توقع کے خلاف تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اجنبی
کا چہرہ بہت بگڑا ہوا اور ڈراؤنا ہو گا۔ یہ اُن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے سان گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کا سر سرے سے ہوگا ہی نہیں۔

مسز ہال کے چیخیں مارنے اور باقی لوگوں کے گرتے پڑتے باہر آنے سے گاؤں کی سڑک پر کھلبلی مچ گئی۔ ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے۔ طرح طرح کے سوال جواب ہونے لگے۔

کوئی پوچھتا۔ "ہوّے نے کیا کیا بھائی؟"

دوسرا کہتا "چاقو لے کر بے چاری پر دوڑ پڑا۔"

ایک اور بتاتا۔ "نہیں جی! وہ بغیر سر کا آدمی ہے۔"

دوسرے ہنستے "واہ میاں! شعبدے باز سے ڈر گئے؟"

یہ ہلڑ مچ ہی رہا تھا کہ دور سے تین آدمی آتے دکھائی دیئے۔ ہال اور گاؤں کا کانسٹبل آگے آگے تھے۔ سینڈی لوہار پیچھے پیچھے۔ کانسٹبل، اجنبی کی گرفتاری کا وارنٹ لے کر آیا تھا۔ لوگوں نے دوڑ کر ان تینوں کو تازہ حادثے کی خبر دی۔

کانسٹبل بولا۔ "اس کا سر ہے یا نہیں، مجھے

اس سے غرض نہیں۔ میں اسے گرفتار کرنے آیا ہوں اور اسے گرفتار کر کے رہوں گا۔"

جب کانسٹبل، ہال اور سینڈی کھانے کے کمرے میں داخل ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ سامنے ایک بغیر سر کا آدمی کھڑا ہے جس کے ایک ہاتھ میں آدھ کھائی ڈبل روٹی اور دوسرے میں پنیر کا ٹکڑا ہے۔

"پکڑ لو!" ہال نے کہا۔

"یہ کیا بیہودگی ہے؟" اجنبی کی آواز آئی۔ اس کا چہرہ غائب تھا اس لیے یہ آواز بڑی دہشتناک معلوم ہوئی۔

کانسٹبل نے کہا۔ "تم تو بڑے اوٹ پٹانگ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ لیکن تمھارا سر ہو یا نہ ہو، میں تمھیں گرفتار کر کے رہوں گا۔"

اجنبی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "دور رہو!" اور اپنے دستانے اتار کر کانسٹبل کے منہ پر دے مارے۔ دستانے اتر جانے سے اس کے ہاتھ بھی غائب ہو گئے۔

کانسٹبل نے جھپٹ کر اس کی گردن پکڑ لی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اجنبی نے اُس کے دو تین گھونسے لگائے۔ مگر کانسٹبل نے اُسے چھوڑا نہیں۔ دونوں میں زور شور سے کُشتی ہونے لگی۔ دو کُرسیاں اُلٹ گئیں۔ سینڈی تو ڈر کے مارے دروازے کی طرف سرک رہا تھا۔ ہاں البتہ کانسٹبل کی مدد کو بڑھا مگر اجنبی نے اس زور سے لات رسید کی کہ وُہ چاروں شانے چِت ہو گیا۔

اس کے بعد اجنبی نے کانسٹبل کو بھی گرا لیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ مگر پھر نہ جانے اُسے کیا سُوجھی کہ وُہ کانسٹبل کو چھوڑ کر ہانپتا کانپتا اُٹھ کھڑا ہوُا اور بولا۔ "میں نے ہار مان لی۔ بس کرو۔"

اس کا سر تھا نہ ہاتھ۔ پھر بھی وُہ کوٹ پتلون پہنے وہاں کھڑا تھا۔ کانسٹبل نے اُٹھ کر گردجھاڑی اور جیب سے ہتھکڑی نکال کر آگے بڑھا، پھر رُک کر سر کھجانے لگا۔ "ہاتھ تو ہیں ہی نہیں۔ ہتھکڑی کیسے لگاؤں؟"

اُدھر اجنبی کے نظروں سے غائب ہاتھ واسکٹ کے بٹن اور بُوٹوں کے تسمے کھولنے میں مصروف

تھے۔ یہ کام ختم کر کے وُہ بولا۔ "میرے ہاتھ پیر، سر دھڑ سب موجُود ہیں۔ بات صرف اِتنی ہے کہ میں نظر نہیں آتا۔ میں غیبی آدمی ہوں۔ نظروں سے غائب ہونا عجیب بات سہی مگر جُرم نہیں۔ پھر مجھے کیوں گرفتار کیا جا رہا ہے؟"

کانسٹبل نے کہا۔ "میرے پاس تمہارا وارنٹ ہے۔ تم پر چوری کا شُبہ ہے۔ اِس بات کا غائب ہونے نہ ہونے سے کوئی واسطہ نہیں۔"

اس دوران میں کچھ اور لوگ بھی باہر سے آ گئے۔ اجنبی نے کہا۔ "یہ شُبہ بالکل بے بنیاد ہے۔"

کانسٹبل نے جواب دیا۔ "خُدا کرے آپ کی بات صحیح ہو۔ لیکن مجھے تو اپنا فرض ادا کرنا ہے۔"

اور وُہ ہتھکڑی لے کر آگے بڑھا۔

اجنبی نے بجلی کی سی تیزی سے اپنے جُوتے اور جُرابیں اُتار ڈالے، کوٹ ایک طرف پھینک دیا اور واسکٹ بھی اُتار دی۔ جب اُس نے پتلون اُتاری اور اُس کی ٹانگیں غائب ہو گئیں تو کانسٹبل کو اِحساس ہوُا کہ وُہ کیا کر رہا ہے۔ وُہ چیخا۔ "اِسے پکڑ لو۔ قمیص نہ اُتارنے پائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پکڑو ! پکڑو !" سب لوگ چلّائے۔

اجنبی ان سب سے تیز نکلا۔ اُس نے قمیص تقریباً اتار ہی دی تھی کہ کانسٹبل نے ہاتھ مارا اور اُتری ہوئی قمیص کانسٹبل کے ہاتھ میں آ گئی۔ اجنبی بالکل غائب ہو گیا۔

ہال اس جگہ کی طرف، جہاں اجنبی غائب ہونے سے پہلے کھڑا تھا، ہاتھ پھیلائے آگے بڑھا تو اُس کے مُنہ پر ایسا مُکّا پڑا کہ وہ لڑکھڑا کر پیچھے کھڑے ہوئے آدمیوں پر جا گرا۔

"لینا ! پکڑنا ! جانے نہ پائے"! کا شور مچا ہوا تھا۔ اگر دروازہ بند رہتا تو شاید وہ لوگ اجنبی کو پکڑنے میں کامیاب ہو جاتے۔ مگر سینڈی کو، جو دروازے کے سامنے اس طرح کھڑا تھا جیسے گول کیپر گول بچا رہا ہو، یکایک اتنا ڈر لگا کہ وہ کواڑ کھول کر بھاگ گیا۔ اب کیا تھا، سب لوگ نکل نکل کر بھاگنے لگے۔ پیچھے سے ان پر لاتوں اور گھونسوں کی بارش ہو رہی تھی۔ جو آدمی نظر ہی نہ آ رہا ہو، اس سے لڑنا کب ممکن ہے ذرا سی دیر میں سارے لوگ پٹ پٹا کر، ایک

دوسرے کو دھکّے دیتے، گرتے پڑتے، اِدھر اُدھر بھاگتے نظر آئے۔

کانسٹبل سب سے پیچھے تھا۔ سرائے کے دروازے سے نکلتے ہوئے اُس نے یُونہی اٹکل پچّو ہاتھ گھمایا تو اجنبی کی ٹانگ قابُو میں آ گئی۔ اجنبی سب کو مار پیٹ کر نکال دینے کے بعد خود بھی سرائے سے رُخصت ہو رہا تھا۔ چند لمحوں کی کشمکش کے بعد اُس نے کانسٹبل کو ایسی پٹخنی دی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔

اس کے بعد کسی کو پتا نہ چل سکا کہ اجنبی کہاں گیا۔ اُس کا سراغ ملتا بھی کیسے۔ کپڑوں کے بغیر تو وہ نظر ہی نہ آتا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

WAHEED LIBRARY
A-25, BLOCK "Q"
NORTH NAZIMABAD
KARACHI-33.

بے چارہ ماروَل

ٹامس ماروَل آئی پنگ سے ڈیڑھ میل دُور
ایک سُنسان سڑک کے کنارے گھاس پر بیٹھا
اس کا لباس بوسیدہ، چہرہ گول مٹول، ناک پکوڑ
سی، ڈاڑھی بے ہنگم اور قد چھوٹا تھا۔ اس
کے سامنے جُوتوں کا جوڑا رکھا تھا جسے وُہ غو
سے دیکھ رہا تھا۔ ماروَل ان لوگوں میں سے
تھا جن کا کوئی ٹھوَر ٹھکانا نہیں ہوتا اور جو
دُنیا جہان میں مارے مارے پھرتے رہتے ہیں
اتنے میں پیچھے سے کوئی آدمی بولا۔ "جُوتے
آخر جُوتے ہیں۔"

ماروَل نے پیچھے دیکھے بغیر مُنہ بنا کر کہا۔ "آج
ہی خیرات میں مِلے ہیں اور نہ صرف بہت بد

ہیں بلکہ میرے کچھ ڈھیلے بھی ہیں۔"
پیچھے سے آواز آئی۔ "ہُوں!"
ماروَل بولتا رہا۔ "میں نے سارا اِنگلستان چھان
مارا ہے اور ہر رنگ کے اچھے بُرے جُوتے
پہنے ہیں۔ بعض دفعہ میلوں ننگے پیر چلا ہوں۔
اپنا اپنا مقدر ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے یہ دیکھنا چاہا کہ جو آدمی
اس سے مُخاطب ہے وُہ کیسے جُوتے پہنے ہُوئے
ہے۔ مُڑ کر دیکھا تو وہاں جُوتے تو درکنار ٹانگیں
تک نظر نہ آئیں۔ ماروَل نے جلدی سے اُٹھ
کر چاروں طرف نظر دوڑائی۔ دُور دُور کسی کا پتا
نہ تھا۔

"میں پاگل ہو گیا ہوں کیا؟" وُہ بولا اور پھر
زور سے چیخا۔ "ارے بھائی، کہاں ہو؟"

"گھبراؤ نہیں۔" پاس سے آواز آئی۔

"گھبراؤ نہیں کا بچہ" ماروَل نے بھنّا کر کہا۔
"ابے سامنے تو آ۔ کانوں کے بیچ میں سَر کر
دُوں گا۔"

لیکن وہاں کوئی ہوتا تو سامنے آتا۔ ہر طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سناٹا ہی سناٹا تھا۔ اب تو ماروَل کی سٹی گم ہونے لگی۔

"معلوم ہوتا ہے کہ میرے کان بج رہے ہیں یا شاید دماغ چل گیا ہے۔ در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرنے کا یہی انجام ہونا تھا۔" اُس نے کہا۔

"پاس سے آواز آئی۔ "گھبراؤ نہیں۔ تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔ شاید تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں تمہارا وہم ہوں۔"

"اور کیا" ماروَل نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت بہتر۔ میں تمہارے کنکر مارتا ہوں۔ جب چوٹ لگے گی تو تمہیں آپ یقین آ جائے گا کہ میں وہم نہیں۔"

فوراً ہی زمین پر پڑا ہوا ایک کنکر خود بخود ہوا میں اُچھلا، ماروَل کے گرد گھوما اور پھر زور سے نیچے سیدھا اس کے پیر کے انگوٹھے پر گرا۔

ماروَل بلبلا اُٹھا اور انگوٹھا پکڑ کر ایک ٹانگ

پر اُچھلنے لگا۔ جب اُس نے وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی تو کسی نے ٹنگڑی مار کر اُسے گرا دیا۔ وہ اُٹھا ہی تھا کہ کسی نے دوبارہ زور سے دھکا دیا۔ پھر آواز آئی۔ "اب تمہیں یقین آیا کہ میں وہم نہیں ہوں۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں غیبی آدمی ہوں اور کسی کو نظر نہیں آ سکتا۔"

ماروَل نے پیٹھ سہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں، ہاں! مگر یہ تو بتاؤ کہ تم چھپے ہوئے کہاں ہو؟"

آواز آئی۔ "میں چھپا ہوا نہیں ہوں۔ صرف نظروں سے غائب ہوں۔"

ماروَل نے پوچھا۔ "مگر تم ہو کہاں؟"

آواز آئی۔ "میں تم سے صرف چھ گز دُور ہوں۔"

ماروَل نے کہا۔ "یہ جھانسا کسی اور کو دینا۔ کیا تم ہوا کے بنے ہوئے ہو؟"

اُس نے یہ کہا ہی تھا کہ کسی نے اُسے پکڑ لیا۔ ماروَل نے ہاتھ گھما پھرا کر جو دیکھا تو پتا چلا کہ اُسے ایک ایسے آدمی نے پکڑ رکھا ہے جس کے بازو خوب موٹے، سینہ چوڑا چکلا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور ڈاڑھی گھنی ہے اور کان، ناک اور مُنہ سب موجود ہیں۔ البتہ وُہ نظر نہ آ رہا تھا۔

ماروَل کے ہوش اُڑ گئے۔ "تم غائب کیسے ہو گئے، اُستاد؟"

آواز آئی۔ "یہ بڑی لمبی کہانی ہے جسے بیان کرنے کی مجھے فرصت نہیں۔ میں آئی پنگ سے، جہاں میں نے کچھ بُدھوؤں کی خُوب مرمّت کی ہے، غُصّے میں جلا بُھنا چلا آ رہا تھا کہ میری نظر تم پر پڑ گئی۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ بھی کوئی میری طرح دُنیا کا ستایا ہُوا غریب آدمی ہے۔ یہ ضرور میرے کام آئے گا۔ مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔ اگر تم میری مدد کرو گے تو میں تمھیں مالا مال کر دوں گا۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ میں نظر نہیں آتا۔ مگر تم میری طاقت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے۔ میں چاہوں تو دُنیا کا بادشاہ بن سکتا ہوں۔ تمھارے حق میں بہتر ہے کہ میرے اشاروں پر چلو۔"

"تمھیں کیسی مدد چاہیئے؟" ماروَل نے پُوچھا۔

"فی الحال مجھے چند کپڑوں کی ضرورت ہے اور

سی ایسی جگہ کی جہاں میں پناہ لے سکوں۔ اس کے علاوہ اور کئی کام ہیں۔ لیکن یاد رکھو، دھوکا دینے کی کوشش کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔ میں غیبی آدمی ہوں۔ کون ہے جو میرا مقابلہ کر سکے۔"

ماروَل جلدی سے بولا۔ "بس، بس! مجھے اور نہ مارنا پیٹنا۔ میں تمھارا حُکم مانوں گا۔"

ان کو تو یہیں چھوڑیئے اور کچھ حال آئی پنگ کا سُنیئے۔ اجنبی کی وجہ سے کچھ دیر وہاں خوب ہنگامہ رہا۔ جدھر دیکھو لوگ اِسی موضوع پر گرما گرم بحث کر رہے تھے۔ کچھ واقعے کی سچائی پر شک کرتے تو بعض کہتے کہ ہم نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ چند گھنٹوں کی گہما گہمی کے بعد لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ انھیں غیبی آدمی کا خیال بھی نہ رہا۔ لیکن غیبی آدمی آئی پنگ کو نہ بھُولا تھا۔

چار بجے ایک ٹھنگنا سا آدمی، پھٹے پُرانے کپڑے پہنے، آئی پنگ میں داخل ہُوا۔ اُس کا سانس چڑھا ہُوا تھا اور وُہ نہایت بے دلی سے قدم اٹھا رہا تھا۔ یہ ماروَل تھا۔ کئی آدمیوں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسے دیکھا اور حیران ہوئے۔ ایک دو کا خیال تھا کہ وہ اپنے آپ سے باتیں کرتا جا رہا ہے۔ چلتے چلتے وہ گھوڑا گاڑی نامی سرائے کے سامنے جا پہنچا۔ اتفاق کی بات کہ اسی وقت سامنے کی دکان والے پنساری کی نظر اُس پر پڑ گئی۔ پنساری کے دیکھتے دیکھتے وہ سرائے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنا منہ پونچھتا ہوا باہر آیا، اِدھر اُدھر نظر ڈالی اور دبے پاؤں چلتا ہوا اس طرف گیا جدھر اُوپر کی منزل کے کمروں کی کھڑکیاں تھیں۔ اُس نے جیب سے پائپ نکالا اور سُلگا کر پینے لگا۔ پنساری شکی مزاج آدمی تھا اُس نے دل میں سوچا کہ یہ آدمی چور معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنی دکان میں بیٹھا اُسے دیکھتا رہا۔

اچانک ماروِل نے، پائپ بجھا کر جیب میں ڈالا اور بھاگ کر ایک کھڑکی کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ پنساری کا شک یقین میں بدل گیا اور وہ اپنی دکان چھوڑ چھاڑ ماروِل کی طرف دوڑا۔ ذرا آگے پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ ماروِل ایک ہاتھ میں بڑا سا بقچہ اور دوسرے میں تین کتابیں

لیے بھاگا جا رہا ہے۔

پنساری نے فوراً نعرہ لگایا "چور! چور" اور اُس کے پیچھے لگ گیا۔ لیکن ابھی وہ چند قدم ہی دوڑا تھا کہ کسی نظر نہ آنے والی چیز سے ٹھوکر کھا کر دھڑام سے نیچے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

اس واقعے کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ہمیں ذرا پیچھے لوٹنا پڑے گا۔ ہم نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ ماروِل نے سرائے میں جا کر کیا کیا اور بعد میں بقچہ اور کتابیں اُسے کس نے دیں؟

جب ماروِل سرائے میں پہنچا تو اس وقت غیبی آدمی کے کمرے پر گاؤں کے ڈاکٹر اور پادری کا قبضہ تھا۔ وہ ہال کی اجازت سے اجنبی کے اسباب کی تلاشی لے رہے تھے۔ اجنبی کے کپڑے مسز ہال اٹھا کر لے گئی تھی لیکن اس کی تین ایسی کتابیں ڈاکٹر کے ہاتھ لگ گئی تھیں جن پر "روز نامچہ" لکھا ہوا تھا۔ در اصل وہ کتابیں نہ تھیں بلکہ موٹی موٹی جلد بندھی ہوئی کاپیاں تھیں۔

"آہا! روز نامچہ" ڈاکٹر نے چٹکی بجائی۔ "اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی مدد سے ہمیں بہت کچھ پتا چل جائے گا۔"
لیکن روز نامچے کے صفحات اُلٹنے پلٹنے کے بعد اس کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔

"اُفوہ! اس میں یا تو ریاضی اور الجبرے کی مساوات درج ہیں یا کوئی خفیہ زبان لکھی ہوئی ہے۔ حروف غالباً یُونانی ہیں۔ حضرت! آپ تو یُونانی فر فر پڑھ لیں گے؟" ڈاکٹر نے پادری سے کہا۔

"بے شک" پادری نے جواب دیا اور جیب سے عینک نکال کر صاف کرنے لگا۔ دل ہی دل میں وُہ خود کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا کہ یہاں کیوں آیا۔ بات یہ تھی کہ اِسکول اور کالج میں پڑھی ہوئی یُونانی اور عبرانی کا اب اُسے ایک لفظ بھی یاد نہ تھا۔ اُدھر گاؤں والے اُسے ان زبانوں کا عالِم سمجھتے تھے۔

اُس نے کانپتے ہاتھوں سے عینک لگا کر روز نامچہ کھولا ہی تھا کہ یکایک کمرے کا دروازہ کھُلا۔ ڈاکٹر اور پادری اتنے ڈرے کہ کُرسیوں سے اُچھل کر نیچے گرتے گرتے بچے۔ دروازے میں

ایک گول مٹول سے چہرے والا۔ ٹھنگنا آدمی کھڑا تھا
"چائے ملی گے؟" اُس نے پُوچھا۔

یہ سُن کر ڈاکٹر اور پادری کی جان میں جان آئی
"چائے کا کمرہ نیچے ہے" پادری نے بتایا۔ وُہ آدمی دروازہ کھُلا چھوڑ کر چلتا بنا۔ ڈاکٹر نے جلدی سے اُٹھ کر اندر سے چٹخنی لگا لی اور بولا۔

"مجھ پر، پادری صاحب! اس غبی آدمی کا ایسا ڈر سوار ہے کہ ذرا سا کھڑکا ہو تو اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ خیر، میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا ہے۔ اب وُہ خبیث یہاں نہیں آ سکتا۔"

پادری نے ڈاکٹر کی توجّہ روز نامچے کی طرف سے ہٹانے کے لیے کہا۔ "لوگ کچھ بھی کہیں بندہ اس غبی آدمی کے کارناموں کا قائل ہونے والا نہیں۔ بے شک یہاں گاؤں میں آج کل چند عجیب و غریب واقعات پیش آئے ہیں، پھر بھی میں اس پُر اَسرار اجنبی کے خود بخود ہَوا میں تحلیل ہو جانے کے واقعے کو نظر کے دھوکے سے زیادہ نہیں سمجھتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈاکٹر نے کہا۔ "اجی چھوڑیئے اس ذکر کو۔ آپ ان یُونانی لفظوں پر توجہ دیجیے۔ یہ لیجیے، یہ پُورا صفحہ ہی غالباً یونانی میں ہے۔"

پادری بے چارے کے پسینے چھُوٹنے لگے۔ آج اس کی علمیّت کا بھانڈا پھُوٹنے والا تھا۔ اُس نے دل ہی دل میں ڈاکٹر کو خُوب کوسا۔ یکایک اُسے محسوس ہُوا کہ کسی نے اُس کی گردن کا پچھلا حصّہ زور سے پکڑ لیا ہے۔ اُس نے مُڑ کر دیکھنا چاہا مگر گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وُہ سر نہ ہلا سکا۔

گرفت سخت ہوتی گئی، پادری کا سر جُھکتا گیا یہاں تک کہ ٹھوڑی میز سے لگ گئی۔ پھر ایک آواز آئی۔ "ہلو مت بدبختو! ورنہ تمھارا سر توڑ دوں گا۔" پادری نے کن انکھیوں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔ اُس کی ٹھوڑی بھی میز سے جا لگی تھی۔

آواز آئی۔ "تمھیں یہ معلُوم نہیں کہ کسی دوسرے کا روزنامچہ پڑھنا بُری بات ہے۔"

اس کے بعد کسی نے ان کی ٹھوڑیوں کو میز

سے ٹکرا دیا۔ پادری اور ڈاکٹر کے دانت ہِل گئے اور سر میں چکّیاں چلنے لگیں۔

"اور میرے کپڑے کہاں ہیں؟"

جب اُنھوں نے جواب نہ دیا تو ان کی ٹھوڑیوں کو دوبارہ میز سے ٹکرا دیا گیا۔ وُہ کیا جواب دیتے۔ اُن بے چاروں کو کچھ پتا نہ تھا کہ کپڑے کہاں گئے۔

آواز آئی۔ "سنو۔ کھڑکی بند ہے اور دروازہ بھی بند ہے۔ جب اُس ٹھنگنے آدمی نے آ کر دروازہ کھولا تھا تو میں اندر آ گیا تھا۔ تمھاری خیریت اسی میں ہے کہ چُپ بیٹھے رہو۔ میں بہت تگڑا آدمی ہوں اور پھر یہ کہ کسی کو نظر نہیں آتا۔ تم دونوں دھان پان سے آدمی ہو۔ ذرا چُوں کرو گے تو جان سے مار دُوں گا۔ بولو، میرا کہا مانو گے؟"

پادری اور ڈاکٹر نے فوراً "ہاں" کہہ دیا۔ تب کہیں ان کی خلاصی ہوئی۔ پھر غیبی آدمی بولا۔ "کُرسی سے ہلنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے کپڑوں کی سخت ضرورت ہے۔ کپڑوں کے بغیر دن تو گزر جاتا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر رات کو بڑی دقت ہوتی ہے۔ یہ تو
کتابیں بھی میں ساتھ لے جاؤں گا۔ بتاؤ
میرے کپڑے کہاں ہیں؟"

گاؤں والوں کی شامت

اُوپر کے کمرے میں ڈاکٹر اور پادری پر جو بیت رہی تھی وہ آپ دیکھ چکے۔ اب ذرا نیچے کا حال سُنیے جہاں ہال اور ہینفری بیٹھے غیبی آدمی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔

اچانک ایسی آواز آئی جیسے اُوپر کوئی زور سے کواڑوں سے ٹکرایا ہو۔ ہال اور ہینفری حیرت سے ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔

"اُوپر کچھ گڑ بڑ ہے" ہال نے کہا اور اُٹھ کر سیڑھیوں کی طرف چل دیا۔ ہینفری بھی ساتھ ہو لیا۔

اُوپر سے دبے دبے لہجے میں بات چیت کرنے کی آواز آ رہی تھی "سب ٹھیک ہے نا؟" ہال نے کمرے کا دروازہ پیٹ کر پُوچھا۔ اندر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فوراً خاموشی چھا گئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد دوبارہ کھُسر پھُسر ہونے لگی اور کُرسی کے گرنے اور دو آدمیوں کے لڑنے کی آواز آئی۔

ہال اور ہینفری بھونچکے رہ گئے۔ ہال نے دوبارہ پُوچھا "کوئی گڑ بڑ کی بات تو نہیں؟"

اندر سے پادری نے اٹک اٹک کر جواب دیا "ہاں .... ہُووُو .... سب ٹھیک ہے۔ آآآآ .... تُم چلے جاؤ۔"

جواب تو مِل گیا لیکن ہال اور ہینفری کی یہ سمجھ میں نہ آیا کہ پادری صاحب کو حلق سے ایسی نرالی آوازیں نکالنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی حیرانی بڑھتی گئی کیونکہ تھوڑی دیر بعد پادری چیخا۔ "ہرگز نہیں۔ مَیں نہیں مانتا۔" اور پھر روتے ہوئے بولا۔ "کیا بیہُودگی ہے۔" باہر کھڑے ہوئے دونوں مردوں کو یہ گفتگو انتہائی بے معنی معلوم ہوا۔ اُنھوں نے دل میں سوچا: "کیا ڈاکٹر اور پادری اندر کوئی ڈراما کر رہے ہیں؟"

اِتنے میں مسز ہال آ گئی اور اپنے میاں پر خفا ہونے لگی کہ تم یہاں کھڑے کَن سُوئیاں لے رہے

ہو۔ اُدھر کھانے کے کمرے میں کتنے ہی گاہک آئے بیٹھے ہیں۔

ہال اور ہینفری کو مجبوراً واپس آنا پڑا۔ وہ کھانے کے کمرے میں پہنچ کر مسز ہال کو پادری کی بے تُکی باتوں کا قصّہ سُنا ہی رہے تھے کہ اُنھوں نے دیکھا کہ پنساری اپنی دکان سے نکل کر "چور! چور!" پکارتا بھاگا چلا آ رہا ہے۔

اب کیا تھا۔ ہال، ہینفری اور سارے گاہک اُٹھ کر باہر بھاگے۔ پنساری آگے آگے جا رہا تھا۔ یکایک اُس نے عجیب بے تُکی سی چھلانگ لگائی اور مُنہ کے بل نیچے گرا۔ لوگوں نے آ کر دیکھا تو وُہ بے ہوش ہُو چُکا تھا۔

ہینفری وہیں رُک گیا۔ ہال اور دو مزدور، جو سرائے سے چائے چھوڑ کر اُٹھ آئے تھے، جوش میں آ کر آگے بھاگے چلے گئے۔ موڑ مُڑتے ہی اُنھوں نے ماروَل کو دیکھا جو بُقچہ اور کتابیں لیے دوڑا جا رہا تھا۔ وُہ سمجھے کہ غیبی آدمی یہی ہے اور اب نظر آنے لگا ہے۔ وُہ نعرے لگاتے ہوئے اُس کے پیچھے دوڑے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھی ہال دس قدم بھی نہ بھاگا تھا کہ کسی نے زور سے اس کی ٹانگ کھینچ لی اور وہ بڑے زور سے ساتھ والے مزدور سے جا ٹکرایا۔ مزدور نے سوچا کہ شاید بھاگتے ہوئے دونوں کی ٹکر ہو گئی ہے۔ وہ مڑ کر چور کی طرف دوڑا۔ لیکن چند ہی قدم گیا ہو گا کہ کسی نے اسے بھی ٹنگڑی مار کر گرا دیا۔

ان کے بعد جو آدمی وہاں پہنچے وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تین آدمی زمین پر پڑے کراہ رہے ہیں۔ وہ آگے بڑھے ہی تھے کہ ان میں سے کئی کو ٹانگ پکڑ کر یا دھکا دے کر گرا دیا گیا۔ پورے مجمع پر غیب سے لاتیں اور گھونسے برسنے لگے۔ کئی آدمی آپس ہی میں لڑ پڑے۔

ادھر کھانے کے کمرے میں منسر ہال اپنا سر پکڑے بیٹھی تھی کہ زینے پر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ ڈر کے مارے اچھل پڑی۔ دیکھتی کیا ہے کہ ڈاکٹر صرف بنیان اور جانگیا پہنے نیچے آ رہا ہے۔ ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ وہ چیختا چلاتا ہوا باہر بھاگ گیا۔ وہ کہہ رہا

تھا۔ "اسے پکڑ لو۔ جب تک اس کے ہاتھ میں بقچہ اور کتابیں ہیں وہ نظر آتا رہے گا۔" ڈاکٹر کو یہ پتا ہی نہیں تھا کہ غیبی آدمی نے بقچہ اور کتابیں ماردل کو دے دی تھیں۔

ڈاکٹر دوڑا دوڑا ادھر گیا جدھر لوگ غیبی گھونسے اور لاتیں کھا رہے تھے اور کہنے لگا۔ "اسے روکو وہ میری پتلون، قمیص، اور پادری صاحب کے سارے کپڑے اتروا کر لے بھاگا۔"

لیکن جب وہ اس جگہ کے قریب پہنچا جہاں لوگ دھڑا دھڑ پٹ رہے تھے تو کسی نے اس کی بھی ٹانگ گھسیٹ لی۔ وہ اٹھنے لگا تو اس پر کوئی اور آدمی آ گرا۔ ہر طرف لوگ بدحواس ہو کر ہوا میں لاتیں اور مکے چلا رہے تھے۔ ان کا ہر وار یا تو خالی جاتا تھا یا اپنے ہی کسی ساتھی پر پڑتا تھا۔ آخر وہ کب تک پٹتے رہتے۔ ان کی ہمت جواب دے گئی اور جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگ نکلا۔

اس افراتفری کے عالم میں ڈاکٹر اٹھ کر سیدھا سرائے کی طرف دوڑا۔ جب وہ اوپر کے کمرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں پہنچا تو وہاں پادری ایک پُرانے اخبار اور چٹائی کو پھینکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ڈاکٹر نے چیخ کر کہا "بھاگ جایئے۔ وُہ واپس آ گیا ہے۔"

پادری اِتنا بوکھلایا ہُوا تھا کہ اس کی سمجھ ہی میں نہ آیا کہ ڈاکٹر کِس کا ذکر کر رہا ہے۔ کہنے لگا۔ "کون واپس آ گیا؟"

ڈاکٹر نے جھنجھلا کر کہا "وہی غیبی آدمی اور کون۔ اس وقت اس پر جنُون سوار ہے۔ وُہ کِسی کو نہیں بخش رہا۔ ہمیں فوراً یہاں سے بھاگ جانا چاہیئے۔" اتنا کہہ کر وُہ سر پر پیر رکھ کر بھاگا۔

پادری ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ بھاگے یا نہ بھاگے کہ نیچے سے شور و غُل کی آوازیں آئیں۔ شور سُنتے ہی اُس پر ایسی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ چٹائی اور اخبار چھوڑ چھاڑ، سیڑھیوں کو اُلانگتا پھلانگتا، یہ جا وُہ جا۔ اس نے صرف جانگیا پہن رکھا تھا۔ گاؤں والے اسے دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے۔

اس کے بعد کیا ہُوا، یہ بیان کرنا آسان نہیں۔ غالباً غیبی آدمی کا اِرادہ سارے گاؤں والوں کی

پٹائی کرنے کا نہ تھا۔ وُہ تو صرف پیچھا کرنے والوں کو روک کر ماروَل کو بھاگ نکلنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دِھینگا مُشتی میں اِتفاق سے کسی کا گھُونسا یا لات اسے لگ گئی اور وُہ بگڑ بیٹھا۔ ویسے بھی وُہ خاصا بد مزاج آدمی تھا اور اسے جلدی غُصّہ آ جاتا تھا۔

گاؤں کی سڑکوں پر عجیب منظر تھا۔ کوئی آدمی بھاگا جا رہا ہے تو کوئی بھاگتے بھاگتے گر گیا ہے۔ جگہ جگہ لوگ گرے پڑے کراہ رہے ہیں اور چوٹوں کو سہلا رہے ہیں۔ ذرا سی دیر میں گاؤں کے سارے دروازے اور کھڑکیاں بند ہو گئیں۔ سڑکیں سنسان نظر آنے لگیں۔

غیبی آدمی نے خُوب اُودھم مچانے کے بعد سرائے کا رُخ کیا اور تمام کھڑکیوں کے شیشے توڑ ڈالے۔ لیکن یہ اس کی آخری شرارت تھی کیونکہ اس کے بعد وُہ آئی پنگ سے چلا گیا۔ اور گاؤں والوں کو ہمیشہ کے لیے اس سے نجات مل گئی۔

جُھٹپٹے کے وقت آئی پنگ سے کوسوں دُور ایک بِھنگنا آدمی تین کتابیں اور بقچہ اُٹھائے ایک

سُنسان سڑک پر چلا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تھکن اور گھبراہٹ کے آثار تھے۔ ایک آواز اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ "مارول، اگر تم نے مجھے اب کوئی چکما دیا یا دینے کی کوشش کی تو میں تمہیں ہلاک کر دوں گا۔"

مارول نے بھرّائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "میں نے چکما دینے کی کوشش کب کی تھی۔ قسم سے، میں غلط طرف مُڑ گیا تھا۔ مجھے کیا پتا تھا کہ اِدھر مُڑنا ہے۔ اُدھر نہیں۔ میں تھک کر چُور ہو گیا ہُوں۔"

آواز آئی۔ "کل تک کسی کو معلوم نہ تھا کہ میں غیبی آدمی ہوں۔ آج آئی پنگ کے گنواروں پر میرا راز کھُل گیا۔ اب یہ بات اخباروں میں چھپ جائے گی۔ ہر آدمی چوکنّا ہو جائے گا۔ قسمت ہی خراب ہے۔"

راستے میں مارول کی چال ذرا سُست پڑی تو غیبی آدمی نے اس کی کمر میں ایک گھُونسا مارا اور بولا "رُکو مت۔ خبردار جو میری کتابیں گرائیں۔"

مارول کا چہرہ فق ہو گیا۔ اُس نے مُشکل سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے آپ کو سنبھالا اور تیز تیز چلنے لگا۔ غیبی آدمی بولا۔ "مجھے مجبوراً تم سے کام لینا پڑ رہا ہے۔ ورنہ سچ یہ ہے کہ تم خاصے بُدھو ہو۔"

"میں بالکل نکمّا آدمی ہوں جناب!" مارول نے جلدی سے کہا۔

"سچ کہتے ہو" آواز آئی۔

"میں بہت نالائق آدمی ہوں۔ اس کے علاوہ مجھ میں کس بَل بھی نام کو نہیں۔ چند قدم دوڑنے سے سانس پھُول جاتی ہے۔" مارول نے بتایا۔

"ارے واہ!" غیبی آدمی نے کہا۔

"اور میرا دل بھی کمزور ہے" مارول نے اپنی اور بُرائی کی۔

"کہنا کیا چاہتے ہو؟" غیبی آدمی نے پُوچھا۔

"صرف یہ کہ میں حیران ہوں کہ آپ کی نظر مجھ جیسے نالائق اور فضول آدمی پر کیسے پڑی۔ میں آپ کا ہر طرح سے خیر خواہ ہوں لیکن ممکن ہے کہ میری بُزدلی اور بے وقوفی سے آپ کا کوئی نقصان ہو جائے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ آپ مجھے چھٹّی دے دیں اور ——"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ابے سیدھی طرح چلتا ہے یا باتیں بناتا رہے"
غیبی آدمی گرجا۔

مارول نے بسورتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے مطلب کا آدمی نہیں ہوں۔"

غیبی آدمی نے ڈانٹ کر کہا۔ "چُپ رہو۔ میں کچھ سوچ رہا ہوں۔"

چلتے چلتے سامنے ایک گاؤں کی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ غیبی آدمی نے فوراً مارول کو جھنجھوڑا اور بولا۔ "سنو، گاؤں سے گزرتے ہوئے میں اپنا ہاتھ تمہارے کندھے پر رکھے رہوں گا۔ تم نہ کہیں رُکنا، نہ کسی سے بات کرنا۔ بس نکلے چلو۔ سمجھ گئے؟"

مارول نے آہ بھر کر کہا۔ "سمجھ گیا۔ اب بھی نہ سمجھوں تو مجھ پر لعنت۔" اور کتابوں اور بقچے کا بوجھ لادے چُپ چاپ گاؤں سے گزر گیا۔ اُس غریب کو یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ اِس بیگار سے کبھی چھٹکارا ملے گا یا نہیں۔

غیبی آدمی اور مارول جس راستے پر جا رہے تھے اس میں ایک مشہور بندرگاہ آتی تھی۔ کوئی صبح ہوتے

وہ وہاں پہنچ گئے۔ غیبی آدمی کی اجازت سے مارول ایک چائے خانے کے باہر بنچ پر بیٹھ کر سستانے لگا۔ اب اس کے پاس صرف کتابیں رہ گئی تھیں۔ کپڑوں کا بقچہ غیبی آدمی راستے میں سڑک کے کنارے کی جھاڑیوں میں پھینک آیا تھا۔

مارول کوئی گھنٹا بھر اُس بنچ پر بیٹھا رہا۔ اس کی بدحواسی اور وحشت ذرا بھی کم نہ ہوئی تھی اور وہ ہر چند منٹ بعد اپنی جیبوں کی تلاشی لے رہا تھا۔ گھنٹا بھر بعد ایک ادھیڑ عمر کا ملاح ہاتھ میں اخبار لیے چائے خانے سے نکلا اور آ کر مارول کے پاس بیٹھ گیا۔ اُنھوں نے ایک دو باتیں موسم کے بارے میں کیں۔ پھر ملاح بولا۔ "آج کے اخبار میں ایک عجیب خبر ہے۔"

یہ سُن کر مارول کا دل دھک دھک کرنے لگا "کیا خبر ہے؟" اس نے پُوچھا۔

ملاح نے اُس کی طرف غور سے دیکھا اور کہا "یہ خبر ایک غیبی آدمی کے متعلق ہے۔"

مارول بولا۔ "حد ہو گئی۔ یہ کہاں کا واقعہ ہے؟ امریکہ کا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملّاح نے جواب دیا " نہیں، یہیں کا ہے یا کہ غیبی آدمی پاس ہی موجود ہے یا کہیں اِدھر یہیں کا "۔

"یہیں" کا لفظ ملّاح نے اتنا زور دے کر کہا کہ اس پاس نہیں ہے تو اس نے آہستہ سے کہا۔ "مجھے ماردل چونک گیا۔ اس کی گھبراہٹ دیکھ کر ملّاح بھی ایک جگہ سے اس غیبی آدمی کے بارے میں کچھ بولا۔ "یہیں سے میرا مطلب آس پاس کا علاقہ سا چلا ہے "۔

یہ جگہ مُراد نہیں جہاں ہم بیٹھے ہیں "۔ "تمہیں ؟" ملّاح نے حیرت سے پُوچھا۔

"اور یہ غیبی آدمی کیا کرتا پھر رہا ہے ؟" ماردل "ہاں ہاں، مجھے تم سن کر حیران رہ جاؤ گے۔ غضب نے پُوچھا۔ قصّہ ہے "۔ ماردل نے بتایا اور ذرا آگے جُھک

"یُوں پُوچھو کہ کیا نہیں کر رہا ؟" ملّاح نے مزید ملّاح کے کان میں کہنا شروع کیا۔ "بات یُوں لے لے کر قصّہ سنانا شروع کیا "سب سے پہلے کہ ــــ"

اس غیبی آدمی نے آئی پنگ نامی گاؤں میں ہنگا ابھی اُس نے اِتنا ہی کہا تھا کہ اس کا مُنہ فق کیا۔ اس اخبار میں ساری تفصیل درج ہے۔ مجھے ہو گیا اور وُہ "ہائے رے !" کہہ کر اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اس آدمی کے تصوّر ہی سے وحشت ہوتی ہے۔ "کیا ہو گیا ؟" ملّاح نے گھبرا کر پُوچھا۔ جانے اب وُہ کیا کر رہا ہو گا۔ ذرا سوچو، اسے روک "دانت میں درد ہو رہا ہے "۔ ماردل نے کان کون سکتا ہے۔ وُہ جہاں چاہے گھُس جائے، جو چاہے جھلاتے ہوئے کہا اور کتابیں اُٹھا لیں۔ "اچھا، اب چُرا لے، جو چاہے کھا پی جائے، جسے چاہے مار میں چلتا ہُوں "۔ پیٹے "۔

"لیکن تم تو مجھے اس غیبی آدمی کے بارے میں اِس دوران میں ماردل بڑے غور سے کوئی آ کچھ بتانے والے تھے ؟" ملّاح نے کہا۔ سُننے کی کوشش کر رہا تھا۔ وُہ یہ معلوم کرنا چاہتا ماردل بولا " وُہ سب جھُوٹ ہے "۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملّاح ان لوگوں میں سے تھا جو آسانی سے
نہیں ہوتے " لیکن یہ خبر اخبار میں چھپی ہے
ماروَل نے کہا۔" اخبار سے کیا ہوتا ہے۔ یہ
کہہ رہا ہوں یہ سفید جھوٹ ہے۔ غیبی آدمی
کا وہم ہے "

"یہ کیا بکواس ہے" ملّاح چیخا۔" ابھی تم مجھ
کچھ اور کہہ رہے تھے۔ اب سرکس کے مو
مسخرے۔ اُلّو کی دُم — تجھے کچھ تمیز بھی ہے

نہیں۔ دفع ہو جا، ورنہ مارتے مارتے فرش کر دُوں گا"

"مجھ سے تو تڑاخ نہ کرو ورنہ ——" ماروَل

اتنا ہی کہا تھا کہ وہ ایک دم لڑکھڑایا اور گرتے گرتے بچا۔ پھر وہ کبھی رُک جاتا، کبھی چند قدم لڑھک کر، دوڑتا، کبھی اس طرح آگے کو جھکا جھکا چلنے لگتا تھا۔ یہ سب غیبی آدمی کی کارستانی تھی۔

ے چائے خانے کی طرف آ رہا تھا تو اس نے
یا کہ اس کے سر سے ذرا اُوپر چار اشرفیاں
ہیں۔ وہ انھیں اُچکنے کے
گیبی آدمی لوگیے اُچھلا تو کسی نے اسے دھکا دے کر نیچے
را دیا۔ جب وہ اُٹھا تو اشرفیاں غائب ہو چکی

ابھی تم مجھ سکیں۔ اس قصّے کو سُن کر لوگوں نے خُوب قہقہے
لگائے۔

لیکن سچ یہ تھا کہ اس صُبح آس پاس کا کوئی بینک
کوئی چائے خانہ ایسا نہ تھا جہاں سے
ہوئی ہوں۔ وہ
لوگوں کی نظروں سے بچتی بچاتی
قدم لڑھک پھر کر، سیدھی ماروَل کی جیبوں میں پہنچ جاتی
چلنے لگتی تھیں۔ یہ سب غیبی آدمی کی کارستانی تھی۔

کوئی اُسے دھکیل رہا ہو۔ یہ انوکھی چال چلتا ہُوا
نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ماروَل کے جانے کے بعد ملّاح حیران سا وا
چائے خانے میں پہنچا۔ وہاں اس کے دوست بیٹھے
ایک اور ملّاح سے بہت ہی دلچسپ واقعہ سُن رہے
تھے۔ اُس ملّاح کا کہنا تھا کہ جب وہ ساتھ والی گ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماروَل کا فرار

شام کا وقت تھا۔ ڈاکٹر کیمپ اپنے گھر میں بیٹھا کچھ لکھ پڑھ رہا تھا۔ وہ ایک نوجوان سائنسدان تھا جسے اپنے کام کے سوا دنیا کی کسی چیز سے دلچسپی نہ تھی۔ اس کا کمرہ کتابوں کی الماریوں اور سائنسی آلات سے بھرا پڑا تھا۔ جس گھر میں وہ رہتا تھا وہ خاصی اونچائی پر واقع تھا اور وہاں سے برڈوک نام کا سارا قصبہ صاف نظر آتا تھا۔

لکھتے لکھتے اُس نے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ مغرب میں دُور دُور تک شفق پھولی ہوئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ آسمان پر بکھرے رنگوں کے جادو میں کھو رہا۔ پھر اُس کی نظر اس سڑک پر پڑی جو سامنے کی پہاڑی سے اُتر کر قصبے میں داخل ہوتی تھی۔ ایک ٹھنگنا آدمی پاگلوں کی طرح دوڑتا ہوا قصبے کی طرف آ رہا تھا۔

ڈاکٹر کیمپ کچھ دیر اُسے دیکھتا رہا۔ وہ دل ہی دل میں ہنسا۔

"یہ بھی ضرور اُنھیں لوگوں میں سے ہو گا جن کے دماغ میں آج کل غیبی آدمی بسا ہوا ہے۔ آج کے سائنسی دَور میں ایسی بے معنی باتوں پر یقین کرنا سراسر حماقت ہے۔ یہ لوگ بالکل گدھے ہیں۔" یہ سوچ کر وہ دوبارہ لکھنے میں مصروف ہو گیا۔

وہ ٹھنگنا آدمی ماروَل ہی تھا۔ اُس کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی، مُنہ کھُلا ہوا تھا اور ہونٹوں پر جھاگ جم گیا تھا اور وہ سر سے پیر تک پسینے میں شرابور تھا۔ اس کی جیبوں سے چھن چھن کی آواز آ رہی تھی۔

اُس نے قصبے میں قدم رکھتے ہی کہا "غیبی آدمی! یہ سُنتے ہی لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ دروازے اور کھڑکیاں بند ہونے لگے۔ ہر طرف یہی شور سُنائی دیا "غیبی آدمی آ رہا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جولی کرکٹرز" نامی چائے خانہ برڈوک کے شروع ہی میں واقع ہے۔ اسی شام وہاں کئی آدمی بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ ان میں ایک لمبی اور کالی ڈاڑھی والا امریکی بھی تھا جو ایک کانسٹیبل سے گپ لڑا رہا تھا۔

باہر شور سن کر ایک کوچوان نے پوچھا۔ "یہ کیا گڑبڑ ہے؟"

"کہیں آگ لگ ہو گی" چائے خانے کے مالک نے کہا۔

اُس نے اپنا جملہ ختم کیا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور ماروِل روتا ہوا اندر آ گھسا۔ اس کے پیر میں بوٹ تھے نہ سر پر ہیٹ۔ کوٹ بھی جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تین موٹی موٹی کتابیں تھیں۔ وہ چیخا۔ "وہ آ رہا ہے۔ غیبی آدمی آ رہا ہے۔ وہ میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ خدا کے لیے بچاؤ۔ بچاؤ!"

"ذرا دم تو۔ یہ کیا چکر ہے؟ کون آ رہا ہے؟" کانسٹیبل نے پوچھا اور ڈڑھیل امریکی نے اٹھ کر دروازے کی چٹخنی لگا دی۔ لیکن ماروِل کا اطمینان نہ

ہوا۔ وہ چیختا ہی رہا۔ "مجھے کہیں چھپا دو۔ میں اسے دھوکا دے کر بھاگ آیا ہوں۔ اگر اب اس نے مجھے پکڑ لیا تو میری خیر نہیں۔"

امریکی بولا۔ "اب کیا ڈر ہے؟ تم اندر ہو اور دروازہ مضبوطی سے بند ہے۔" اِدھر اس نے یہ کہا، اُدھر کسی نے باہر سے کواڑوں کو دھڑ دھڑ پیٹنا شروع کر دیا۔ ماروِل کی چیخ نکل گئی "دروازہ نہ کھولنا۔ میں مُفت میں مارا جاؤں گا۔"

امریکی کہنے لگا "تمہارا غیبی آدمی ہمارے دروازے پر کھڑا ہے۔ کسی نہ کسی کو اس کی خبر ضرور لینی چاہیئے۔"

کانسٹیبل بولا "اگر ہم نے دروازہ کھول دیا تو ہماری شامت آ جائے گی۔"

امریکی نے کہا "تم دروازہ کھولو تو سہی۔ اگر وہ اندر آیا تو میں اُس سے نمٹ لوں گا۔" یہ کہہ کر اُس نے جیب میں سے پستول نکال کر دکھایا۔

کانسٹیبل نے اعتراض کیا۔ "یہ بات غلط ہے۔ تم اُسے قتل کرنا چاہتے ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امریکی بولا۔ "فکر نہ کرو۔ میں اس کی ٹانگوں پر
فائر کروں گا تاکہ وہ لنگڑا ہو جائے اور بھاگ
نہ سکے۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور دروازے کی چٹخنی
گرا کر کہا۔ "اندر آ جاؤ۔" کواڑ اسی طرح بند رہے
باہر مکمل خاموشی تھی۔ یکایک مارول کو ایک خیال
آیا۔ اسے اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے
اسی لیے اس کے ذہن میں نئے نئے خطرے پیدا ہو
رہے تھے۔ وہ گھبرا کر بولا۔ "کوئی پچھلا دروازہ
تو کھلا نہیں رہ گیا؟ وہ ادھر سے اندر نہ آ
دھمکے۔"

یہ سن کر چائے خانے والا سر پیٹتا اور یہ کہتا
ہوا لپکا۔ "پچھلے دروازوں کا مجھے خیال ہی نہیں
رہا۔" منٹ بھر بعد وہ لوٹ آیا۔ اس کے ہاتھ
میں لمبا سا چاقو تھا اور چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی
تھیں۔ کہنے لگا۔ "پچھلا دروازہ کھلا پڑا تھا۔
البتہ باورچی خانے والا دروازہ بند ہے۔"

"وہ اندر آ گیا ہوگا۔" مارول چیخا۔

فوراً ہی وہ دروازہ خود بخود کھل گیا جو چائے خانے

کو پچھلے کمرے سے ملاتا تھا اور دروازے کے پاس
والی میز اپنے آپ الٹ گئی۔ جس طرح چوہا بلی
کے پنجوں میں آ کر چیں چیں کرتا ہے، کچھ ایسی ہی
آواز مارول کے حلق سے نکلی۔ چائے خانے میں
جتنے لوگ موجود تھے سب اس کی مدد کو دوڑ پڑے۔

دوسرے لوگوں کے بیچ میں آ جانے سے اتنا
فائدہ ہوا کہ مارول دوسرے دروازے سے، جو
باورچی خانے میں کھلتا تھا، نکل بھاگا۔ مگر باورچی
خانے سے باہر جانے کا دروازہ بند تھا۔ وہ وہاں
سے نکل کر پچھلے دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ
غیبی آدمی نے اسے آ دبوچا۔ مارول کے مددگار
ابھی تک چائے خانے میں کھڑے ہوا میں ہاتھ
چلا رہے تھے۔ جب برتنوں کے لڑھکنے اور ٹوٹنے
کا شور ہوا تب انھیں خبر ہوئی کہ غیبی آدمی باورچی
خانے میں ہے۔ وہ سب دوڑ کر باورچی خانے
میں پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ مارول خود بخود دروازے
کی طرف گھسٹا جا رہا ہے۔

پھر دروازے کی چٹخنی آپ ہی آپ کھل گئی اور
کواڑ کھلنے شروع ہوئے۔ لیکن یہاں آ کر مارول اڑ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ اُس نے ایک ہاتھ سے کواڑ زور سے پکڑ لیا۔ اِدھر سے کانسٹبل اور کوچوان جھپٹ پڑے۔ اُنھوں نے کواڑ کے پاس جا کر ہاتھ جو چلائے تو غیبی آدمی کی کلائی اور ٹانگ گرفت میں آ گئی۔

"پکڑ لیا" کوچوان چیخا۔

"یہ رہا" کانسٹبل چلّایا۔

غیبی آدمی اپنے آپ کو چھڑانے کے لیے ماروَل کی ٹانگیں چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے پنجے سے چھوٹتے ہی ماروَل بے تحاشا بھاگا اور پچھلے دروازے سے نکل کر رفوچکر ہو گیا۔ اس بھاگ دوڑ اور ریل پیل کے باوجود اس نے تینوں کتابوں کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ پتا نہیں، اسے ان میں کیا خاص بات نظر آئی تھی۔

اِدھر اس دھکا پیل میں غیبی آدمی کا پاؤں کانسٹبل کے بھاری بُوٹ کے نیچے آ گیا۔ وُہ تکلیف سے بلبلا اُٹھا اور پاگلوں کی طرح اُن لوگوں پر ٹوٹ پڑا۔ اُس نے کوچوان کے ایسا گھونسا ٹکایا کہ وُہ کوئلوں کی بوری پر جا گرا۔ پھر اس نے زور لگا کر اپنے آپ کو کانسٹبل سے بھی چھڑا لیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور باہر نکل گیا۔

ڈڑھیل امریکی اور کانسٹبل بھی اُس کے پیچھے پیچھے باہر آ گئے۔ انھیں کچھ پتا نہ تھا کہ غیبی آدمی کدھر ہے لیکن غیبی آدمی نے اپنے آپ ہی اپنا سُراغ دے دیا۔ اس نے ایک اینٹ اُٹھا کر ان کی طرف پھینکی۔ جدھر سے اینٹ آئی تھی ڈڑھیل نے فوراً پستول کھینچ کر ادھر تڑتڑتڑ پانچ فائر کیے۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ چائے پینے والوں نے وُہ ساری جگہ چھان ماری۔ جہاں سے غیبی آدمی نے اینٹ پھینکی تھی مگر وُہ اُسے نہ ڈھونڈ سکے۔ ڈڑھیل کا نشانہ خطا گیا تھا۔

بن بُلایا مہمان

پستول چلنے کی آواز سُن کر ڈاکٹر کیمپ چونکا اور دل میں کہنے لگا۔ "یہ برڈوک میں گولی کیوں چل رہی ہے؟"

وُہ قلم رکھ کر کھڑکی کے پاس گیا اور باہر جھانکا جولی کرکٹرز کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے۔ ڈاکٹر کیمپ نے قصبے پر اُچٹتی سی نظر ڈالی۔ سڑکوں پر گیس کے لیمپ روشن تھے۔ جن مکانوں کے اندر روشنی تھی اُن کی کھڑکیاں اُجلی اُجلی معلوم ہو رہی تھیں۔ مغربی پہاڑی کے اُوپر نیا چاند چمک رہا تھا اور آسمان ستاروں سے بھرا ہُوا تھا۔ کیمپ نے سرسری طور پر یہ سب دیکھا اور واپس آ کر دوبارہ قلم سنبھال لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی ایک گھنٹے بعد باہر کے دروازے کی گھنٹی بجی۔ کیمپ نے ہاتھ روک لیا۔ نچلی منزل میں اس کی نوکرانی دروازے پر گئی۔ کیمپ کا خیال تھا کہ وُہ ابھی آ کر بتائے گی کہ کون آیا ہے۔ جب چند منٹ گزر گئے تو اس نے خود کمرے سے نکل کر اُسے آواز دی اور پُوچھا "کوئی خط ہے؟"

نوکرانی نے جواب دیا۔ "نہیں جناب! باہر کوئی بھی نہیں تھا۔ کسی بچے کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔"

کیمپ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا اور رات کے دو بجے تک لکھتا رہا۔ کام ختم کر کے اُسے احساس ہُوا کہ پیاس لگ رہی ہے۔ سونے سے پہلے کچھ پینا چاہیے۔ نوکرانی کبھی کی جا چکی تھی۔ کیمپ موم بتی لے کر خود نیچے آیا اور باورچی خانے سے شربت کی بوتل اور گلاس لے کر واپس جانے لگا۔

واپس آتے ہوئے اُسے نچلی سیڑھی پر ایک چھوٹا سا کالا دھبا دکھائی دیا۔ اس نے بوتل اور گلاس نیچے رکھ کر دھبے کو چھُوا۔ یہ خون کا دھبا تھا جو جم جانے کی وجہ سے سیاہی مائل نظر آ رہا

تھا۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وُہ سوچتا رہا کہ یہ دھبا آخر لگا کیسے؟

جب وُہ سونے کے کمرے کے سامنے پہنچا تو دروازے کے دستے پر بھی خُون لگا ہُوا تھا۔ اُس نے اپنے ہاتھ دیکھے۔ وُہ بالکل صاف تھے۔ اُسے یہ بھی یاد آیا کہ اس نے دن میں دروازے کو ایک دفعہ بھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ وُہ پریشان سا کمرے میں داخل ہُوا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

پلنگ پوش پر بھی جگہ جگہ خون لگا ہُوا تھا اور اوڑھنے کی چادر پھٹی پڑی تھی۔ ساتھ ہی اُسے یہ محسوس ہُوا کہ کوئی دبے لفظوں میں کہہ رہا ہے۔

"ارے! یہ تو کیمپ ہے!"

لیکن کیمپ وہمی آدمی نہ تھا۔ اُس نے سوچا، یُونہی میرے کان بجے ہیں۔ اسے فکر تھی تو صرف یہ کہ کمرے میں خون کے دھبے کہاں سے آئے؟ اُس نے دروازہ بند کیا، بوتل اور گلاس میز پر رکھا اور کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کھڑکی کے پاس خُون میں بھری ہوئی ایک پٹی ہُوا میں لٹکی ہوئی ہے۔ وُہ اُٹھ کر پکڑنے ہی والا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا کہ آواز آئی۔ "کیمپ!"

"ہیں؟" کیمپ کا مُنہ کھُلا کا کھُلا رہ گیا۔

"ہوش میں آؤ۔ میں غیبی آدمی ہوں"۔ وہی آواز پھر آئی۔

آواز سُن کر کیمپ نہ تو ڈرا اور نہ زیادہ حیران ہوُا۔ اِسی صُبح وُہ ایک آدمی کا خُوب مذاق اُڑا چکا تھا جو غیبی آدمی کا تذکرہ کر رہا تھا۔

اُس نے کہا "میں سمجھتا تھا کہ یہ سب گپ ہے کیا تُم نے پٹّی باندھ رکھی ہے؟"

"ہاں" غیبی آدمی نے جواب دیا۔

کیمپ سائنس دان تھا۔ آسانی سے قائل کیسے ہو جاتا۔ کہنے لگا۔ "یہ سب فضُول باتیں ہیں اور تم کوئی شعبدہ باز ہو"۔

اُس نے آگے بڑھ کر پٹّی کو کھینچنا چاہا لیکن کسی نظر نہ آنے والے ہاتھ نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ کیمپ کا رنگ زرد ہو گیا۔ اُس نے کلائی چھڑا کر بھاگنا چاہا مگر غیبی آدمی نے پلک جھپکتے میں اُسے دھکیل کر بستر پر گرا دیا اور سینے پر سوار ہو گیا۔

"اگر تُم نے شور مچایا۔ تو میں تمھارا مُنہ توڑ دوں گا" کیمپ نے سوال کیا۔

"میں غیبی آدمی ہوں۔ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وُہ حقیقت ہے۔ جادُو کا تماشا نہیں۔ مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔ میں تمھیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتا لیکن اگر تم نے جاہل دیہاتیوں جیسی حرکتیں کیں تو میں تمھاری مُرمّت کر ڈالوں گا۔ تُم نے مجھے پہچانا نہیں؟ میرا نام گریفن ہے۔ میں یونیورسٹی میں تمھارے ساتھ پڑھتا تھا"۔

"مجھے چھوڑ دو۔ میں کچھ نہیں کروں گا" کیمپ نے کہا۔ غیبی آدمی نے اُسے چھوڑ دیا اور وُہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

غیبی آدمی بولا۔ "میں گریفن ہوں۔ سمجھے؟ اور میں نے خود کو دوسروں کی نظر سے غائب کر دیا ہے۔ میں بالکل عام انسان ہوں۔ فرق اِتنا ہے کہ دوسرے نظر آتے ہیں، میں نہیں آتا۔ تمھیں یاد نہیں آیا؟ میں وہی گریفن ہوں جس نے کیمسٹری کے امتحان میں ہونے کا تمغہ جیتا تھا"۔

"مگر وُہ کون سا شیطانی طریقہ ہے جس کی مدد سے تم اپنے آپ کو غائب کر لینے میں کامیاب ہو گئے ہو؟" کیمپ نے سوال کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

WAHEED LIBRARY
A-25, NOOR HOSPITAL ROAD
MUZAFFARABAD

"شیطانی طریقے" کا کیا مطلب؟ یہ ایک سائنسی
ہے اور یہ اسی طرح سمجھ میں آ سکتا ہے۔ جس ط
سائنس کے دوسرے اُصول" غیبی آدمی نے جوا
دیا۔

"بہر حال، تم بہت خوفناک انسان ہو" کیمپ
جھرجھری لے کر کہا۔

"ہاں، ہوں تو سہی" غیبی آدمی بولا "لیکن میں ز
ہوں، بھوکا پیاسا ہوں اور بری طرح تھکا ہوا ہ
تم ذرا ہمت سے کام لو۔ مجھے کچھ کھلاؤ پلاؤ
یہاں بیٹھ کر سستانے دو۔"

کیمپ نے شربت بنایا اور یونہی اٹکل پچ
گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ اسے یقین تھا کہ
جب وہ گلاس سے ہاتھ ہٹا لے گا تو وہ گر کر چ
چور ہو جائے گا۔ مگر گلاس ہوا میں لٹک گیا۔ پھ
کرسی آپ ہی آپ گھسٹی اور ایسا معلوم ہوا کہ
کوئی اس پر بیٹھ گیا ہے۔ اس کے بعد غٹ غ
شربت پینے کی آواز آئی۔ گلاس کو اوپر نیچے
اور شربت کو خود بخود غائب ہوتے دیکھ کر کیمپ
چکر میں پڑ گیا۔

"لیکن یہ ناممکن ہے۔" کیمپ سر کھجا کر بولا۔
"آج صبح ہی میں نے سائنسی اصولوں سے یہ ثابت
کیا تھا کہ ——"

غیبی آدمی کو یکایک تاؤ آ گیا۔ "بھاڑ میں جائے
تمہارا سائنسی اُصول۔ یہاں بھوک اور سردی سے
جان نکلی جا رہی ہے اور تم اپنی ہانک رہے ہو۔
تمہارے پاس کوئی لمبا کوٹ ہے؟"

کیمپ نے کپڑوں کی الماری کی تلاشی لی اور ایک
گہرے سُرخ رنگ کا کوٹ کرسی کی طرف پھینک
دیا۔ کوٹ خود بخود اُٹھا۔ پھر اُس کے پھولنے اور
سکڑنے لگنے سے ظاہر ہوا کہ کوئی جسم اس میں سما
گیا ہے۔ اُس کے بعد وہ کوٹ کرسی پر بیٹھ
گیا اور آواز آئی۔ "پاجامہ، جرابیں اور چپل بھی
دے دو تو عنایت ہو گی اور ہاں، کھانا بھی۔"

کیمپ نے تمام چیزیں ڈھونڈھ کر اس کے حوالے
کیں اور خود باورچی خانے کا رستہ لیا۔ وہاں نعمت
خانے میں اسے کچھ کٹلس اور توس مل گئے۔ وہی
اس نے مہمان کے سامنے لا رکھے۔ غیبی آدمی نے
بڑی بے تابی سے کھانا شروع کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں چھپا بھی تو تمہا
مکان میں۔ بہت دن بعد قسمت نے میرا ساتھ دی
آج رات میں یہیں سوؤں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ
نے تمہارا کمرہ گندہ کر دیا۔ بات یہ ہے کہ خو
جب تک میرے جسم میں رہتا ہے، نظر نہیں آ
لیکن جب باہر نکل آئے تو تھوڑی دیر بعد صا
نظر آنے لگتا ہے۔"

کیمپ نے اپنے بال نوچ لیے اور جھنجھلا کر
"یہ سب کیسے ہوا؟ جو کچھ میں دیکھ رہا ہ
وہ سراسر غیر سائنسی اور نامعقول بات ہے۔"

غیبی آدمی نے اطمینان سے کہا "یہ ایک سا
اور معقول بات ہے۔"

"چائے خانے کے پاس گولی کس نے چلائی
کیمپ نے پوچھا۔

"میں نے ایک آدمی کو اپنا ساتھی بنایا تھا۔
احمق میرے تمام روپے پیسے لے کر بھاگ گیا
اس کا پیچھا کر رہا تھا۔"

"تمہارا ساتھی بھی کسی کو نظر نہیں آتا؟" کیم
نے سوال کیا۔

"آتا ہے۔"

"گولی تم نے چلائی تھی؟"

"نہیں۔ ایک اور آدمی نے اٹکل پچو مجھ پر پانچ
فائر کیے تھے۔ ایک گولی سے میری کلائی ذرا
زخمی ہو گئی۔"

غیبی آدمی واقعی بہت بھوکا تھا۔ دیکھتے ہی
دیکھتے وہ سارے کٹلس اور توس چٹ کر گیا۔ پھر
بولا "اور لاؤ۔"

خوب پیٹ بھر کر کھانے کے بعد غیبی آدمی نے
کیمپ سے سگار لے کر سلگایا اور لگا دھواں اڑانے
سگار کا دھواں اس کے منہ، نتھنوں، اور حلق میں
چکراتا ہوا صاف نظر آتا تھا۔

"یہ بڑا اچھا ہوا کہ تم مجھے مل گئے۔ تم یقیناً
میرا ہاتھ بٹاؤ گے اور ہم دونوں مل کر اس تحقیق کو
مکمل کریں گے۔ غیبی آدمی بننے کے بعد میں نے بہت
تکلیف اٹھائی مگر اب ایسا لگتا ہے کہ برے دن
بیتنے والے ہیں۔"

"تم غائب کیسے ہو گئے"؟ کیمپ نے پوچھا۔

"ابھی بتاتا ہوں، ذرا سگار پی ڈالوں" غیبی آدمی نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جواب دیا۔

لیکن اس رات وُہ اپنی آپ بیتی ٹھیک طرح نہ سُنا سکا۔ وُہ بُری طرح تھکا ہُوا تھا۔ اس کی کلائی کے زخم میں جلن ہو رہی تھی اور اُسے ہلکا ہلکا بخار بھی تھا۔ اُس نے خُوب جی بھر کر ماردل کو بُرا بھلا کہا کہ وُہ کمینہ آدمی ثابت ہُوا اور دھوکا دے کر چمپت ہو گیا۔ اسے یہی دھڑکا لگا ہُوا تھا کہ ماردل اُس کا انمول روز نامچہ اور نقدی لے کر کہیں دُور نہ نکل گیا ہو۔

کیمپ نے ایسے ہی پُوچھ لیا۔ "روپے تمھیں کہاں سے ملے؟"

اجنبی یہ سُن کر پہلے تو کچھ چُپ ہُوا پھر بولا۔ "یہ کل بتاؤں گا۔ اب میں سونا چاہتا ہوں۔ تمھیں پتا ہے، میں پچھلے تین دن اور تین راتوں سے بالکل نہیں سویا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اِسی کمرے میں سو جاؤ۔" کیمپ نے کہا۔

جس آدمی کے مزاج میں شک ہو وُہ ہمیشہ تکلیف میں رہتا ہے۔ نیند کے مارے غیبی آدمی کی بُری حالت

تھی، پھر بھی اس نے کمرے کے دروازوں اور کھڑکیوں کو اچھی طرح دیکھا بھالا۔ وُہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ اُس نے یہ بھی نہ سوچا کہ جب اُسے دوسروں پر اعتبار نہیں تو دوسرے اس پر خاک اعتبار کریں گے۔

چھان بین سے فارغ ہو کر وُہ بولا۔ "اچھا دوست! شب بخیر۔ میرا ارادہ آج ہی رات تمھیں سب کچھ بتا دینے کا تھا لیکن بُرا ہو اِس نیند کا۔ کل سے ہم مِل جُل کر کام شروع کریں گے۔ تم فکر مت کرو۔ میں اس معمّے کو ایسا حل کروں گا کہ تم مُطمئن ہو جاؤ گے۔"

کیمپ نے اُس کوٹ کی طرف دیکھا جو پاس کھڑا باتیں کر رہا تھا اور پھر سر جھٹک کر کہنے لگا۔ "مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ اچھا کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں؟"

غیبی آدمی نے جواب دیا۔ "نہیں، شب بخیر۔"

کیمپ شب بخیر کہہ کر جانے کے لیے مُڑا ہی تھا کہ غیبی آدمی اچانک اس طرح اس کی طرف لپکا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جیسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد آ گئی ہو۔

"اور دیکھو کیمپ! اگر تم نے مجھے دھوکا دیا تو میں ..... آگے کیا کہوں، تم خود سمجھ دار ہو۔"

کیمپ بُرا مان کر بولا "میں نے کہا تو تھا کہ کچھ نہیں کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی غیبی آدمی نے اندر سے چٹخنی لگا لی۔

کیمپ نے دل ہی دل میں کہا۔ "کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟ میں بدل گیا ہوں یا دُنیا بدل گئی ہے؟"

لیکن جو کچھ اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سُنا تھا وہ بالکل سچ تھا۔ وہ زینہ اُتر کر نیچے کھانے کے کمرے میں جا بیٹھا۔ اُس نے لیمپ جلایا، سگار سلگایا اور سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ اس بارے میں جتنا غور کرتا تھا اس کا دماغ اتنا ہی زیادہ چکرا جاتا تھا۔

"اگر کوئی آدمی شیشے کا بنا ہوا ہو، تو بھی آئے گا یہ آدمی گوشت پوست، ہڈیوں اور بالوں کے باوجود

غائب کیسے ہو گیا؟" وہ سوچنے لگا۔

بیٹھے بیٹھے اس کی نظر اُن اخباروں پر پڑی جو اس نے صبح سُرخیاں دیکھ کر ایک طرف ڈال دیئے تھے۔ اُس نے ایک اخبار اُٹھا لیا۔ اس میں یہ خبر تھی۔ "آئی پنگ میں سنسنی خیز واردات"۔ لیکن یہ صرف دوپہر تک کے واقعات تھے۔

کیمپ نے دوسرا اخبار کھولا۔ اس میں شام کے ہنگامے کی بھی خبر تھی۔ اسے پڑھ کر کیمپ کو پتا چلا کہ غیبی آدمی نے گاؤں میں کیسا اُودھم مچایا تھا، پادری کے کپڑے اُتروا لیے تھے اور کئی آدمیوں کو زخمی کر دیا تھا۔

"غضب خدا کا" کیمپ نے دل میں کہا۔ "یہ شخص نہ صرف نظروں سے غائب ہے بلکہ پاگل بھی ہے۔ عجب نہیں جو یہ کل کو قتل اور لوٹ مار بھی شروع کر دے۔"

وہ اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اُس نے رات کا پچھلا پہر اسی پریشانی میں گزارا۔ خدا خدا کر کے رات کٹی، پو پھٹی اور کمرے میں ہلکا ہلکا اُجالا پھیل گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیمپ نے لیمپ بجھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد نوکرانی صبح کا اخبار لے کر آ گئی۔ کیمپ نے اُسے ہدایت کی کہ اُوپر کے کمرے میں دو آدمیوں کے لیے ناشتا لگا دے اور اس کے بعد نیچے ہی رہے۔

پھر اُس نے اخبار پڑھا۔ اس میں کل رات کے اس واقعے کا ذکر تھا جو جولی کرکٹرز میں پیش آیا تھا۔ مارول کا اِنٹرویو بھی چھپا تھا جس میں اُس نے بیان کیا تھا کہ وُہ کِس طرح چوبیس گھنٹے تک غیبی آدمی کے پنجے میں گرفتار رہا۔ لیکن مارول نے ان کتابوں یا نقدی کا کوئی ذکر نہ کیا تھا جو غیبی آدمی کے کہنے کے مُطابق اُس نے چُرا لی تھی۔ اخبار سے کیمپ کو یہ بھی پتا چلا کہ مارول تھانے میں گھُس کر بیٹھ گیا ہے۔ اُسے غیبی آدمی سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔

کیمپ نے نوکرانی کو بھیج کر دو تین اخبار اور منگائے اور انھیں پڑھ کر اس نے سوچا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیبی آدمی کی بدمزاجی اور جھنجھلاہٹ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ پتا نہیں آگے چل کر وُہ کیا کر بیٹھے۔ وُہ اب میرے مکان میں ہے۔

مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ کیا میں ——— لیکن یہ تو وعدہ خلافی ہو گی۔"

چند منٹ کی ہچکچاہٹ کے بعد اُس نے فیصلہ کیا کہ پولیس کو اطلاع کر دینی چاہیئے۔ اُس نے جلدی سے ایک خط لکھا اور لفافے میں بند کر کے برڈوک کے تھانے کے انچارج کا نام لکھا۔ تھانے کے انچارج ایک کرنل صاحب تھے اور اُن سے ڈاکٹر کیمپ کی جان پہچان تھی۔

پھر اس نے لفافہ نوکرانی کے حوالے کیا اور کہا کہ فوراً تھانے جا کر خود کرنل صاحب کے ہاتھ میں دے کر آؤ۔ نوکرانی کو گئے دو منٹ ہی ہوئے تھے کہ اُوپر کے کمرے میں کُرسی اُلٹنے اور گلاس ٹوٹنے کا شور ہوُا۔ کیمپ سیڑھیوں کی طرف دوڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غیبی انسان کی آپ بیتی

کیمپ کے دستک دینے پر غیبی آدمی نے دروازہ کھولا۔ کیمپ نے فوراً پوچھا "کیا ہوا؟"

غیبی آدمی نے کہا "کچھ نہیں۔ مجھے ذرا غصہ آ گیا تھا۔"

کیمپ بولا۔ "تمہیں غصہ کچھ زیادہ ہی آتا ہے سنو! ہر اخبار میں تمہارا ذکر ہے۔ ساری دنیا کو غیبی آدمی کا پتا چل گیا ہے۔ لیکن یہ کسی کو خبر نہیں کہ تم یہاں چھپے ہوئے ہو۔ خیر، یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ آؤ ناشتا کریں۔"

دونوں ساتھ والے کمرے میں ناشتے کی میز پر جا بیٹھے۔ کیمپ نے ناشتے کے دوران ہی میں پوچھ گچھ شروع کر دی۔ "اب مجھے یہ بتاؤ کہ یہ

غائب ہونے کی ترکیب ہے کیا؟"

غیبی آدمی نے چائے کا گھونٹ بھر کر کہا "مشکل یہ ہے کہ تم علمِ طبیعیات کے ماہر نہیں۔ تم نے صرف ڈاکٹری پڑھی ہے۔ بہر حال، میں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ تمہیں پتا ہے کہ میں پہلے ڈاکٹر بننا چاہتا تھا۔ پھر مجھے طبیعیات سے، خاص کر طبیعیات کی اس شاخ سے جو روشنی سے متعلق ہے، دلچسپی ہو گئی۔ ڈگری لینے کے بعد میں نے لندن چھوڑ دیا اور ایک ضلع کے کالج میں پڑھانے لگا۔ وہیں کالج کی لیبارٹری میں تجربات کرتا رہا۔

"اتفاق سے چھ مہینے بعد مجھے ایک انوکھی بات سوجھ گئی۔ تمہیں پتا ہے کہ چیزیں ہمیں کیوں نظر آتی ہیں؟ روشنی کی وجہ سے۔ ہر چیز یا تو روشنی کو جذب کر لیتی ہے یا واپس کر دیتی ہے۔ چمکدار چیزیں ہمیں اس لیے چمک دار نظر آتی ہیں کہ ان کی سطح بہت اونچی نیچی اور ٹیڑھی میڑھی ہوتی ہے۔ اور وہ روشنی کا زیادہ حصہ واپس کر دیتی ہیں۔ ان کی کٹی پھٹی سطح کی وجہ سے روشنی ٹکرا ٹکرا کر پلٹتی ہے میرے کو اسی لیے تراشتے ہیں۔ تبھی اس میں جگمگاہٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیدا ہوتی ہے۔

"اس کے برعکس شیشے کی چادر کو لے لو۔ شیشے کی چادر بالکل سپاٹ ہوتی ہے۔ اس میں روشنی کو جذب کرنے یا لوٹانے کی صلاحیت بہت کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ شیشے کی چادر دکھائی نہیں دیتی۔ تم نے بھی کئی بار شیشوں کے دروازوں سے دھوکا کھایا ہوگا۔"

"ہاں، یہ تو آسان باتیں ہیں۔" کیمپ بولا۔

"میرے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ ان چیزوں کو جو نظر آتی ہیں، چاہے وہ جان دار ہوں یا بے جان، کس طرح ایسا بنایا جائے کہ وہ روشنی کو جذب کرنا یا لوٹانا چھوڑ دیں اور روشنی رُکے بغیر ان میں سے گزر جایا کرے۔ اس کے بعد وہ کسی کو نظر نہیں آسکتیں۔ میرا کام آسان نہ تھا۔ آدمی کا جسم کوئی شیشے کا تو ہے نہیں۔ وہ بڑی اُلجھی ہوئی چیز ہے۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ کالج کا پرنسپل مجھے تنگ کرتا رہتا تھا "تم کیا کر رہے ہو؟ تمھاری تحقیق کب مکمل ہوگی؟" یہ سوال اُس نے سینکڑوں مرتبہ کیے ہوں گے۔ میں اس سے ہر

بات چھپاتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ سارا کام مکمل کر کے اپنی ایجاد اِس انداز سے دُنیا کے سامنے پیش کروں کہ تہلکہ مچ جائے۔

"رفتہ رفتہ مجھے پتا چلا کہ اگر میں کالج میں پڑھاتا رہا تو کبھی کامیاب نہ ہو سکوں گا۔ مگر نوکری چھوڑ کر کام کرنے کے لیے بہت مال چاہیے۔ مال مجھے کہاں سے ملتا۔"

غیبی آدمی یکایک چُپ ہو گیا اور کُرسی سے اُٹھ کر کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہُوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ کہتے ہوئے جھجک رہا ہے۔

ایک دو منٹ کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔ "میرے والد کے پاس کئی سو پونڈ جمع تھے۔ ایک دن میں نے موقع پا کر وہ چُرا لیے۔ وہ رقم اُن کی نہ تھی۔ کسی کی امانت تھی۔ میرے والد نے شرمندگی کے مارے خود کُشی کر لی۔"

کچھ دیر کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔ جب غیبی آدمی نے کھڑکی کے پاس سے ہلنے کا نام نہ لیا تو کیمپ کو فکر ہوئی۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں وہ کسی کو آتے نہ دیکھ لے۔ اس نے کہا۔ "تم پہلے ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت تھکے ہوئے ہو۔ اس طرح کھڑے کھڑے اور تھک جاؤ گے۔ اِدھر میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ۔"

غیبی آدمی نے اس کی بات مان لی اور کچھ دیر خاموش رہ کر اُس نے اپنی آپ بیتی کا اگلا حصّہ سُنانا شروع کیا۔ "میں نے کالج کی نوکری چھوڑ دی اور لندن آ کر پورٹ لینڈ اسٹریٹ کے پاس ایک گھٹیا سے محلّے کی ایک پرانی گندی عمارت میں ایک لمبا چوڑا کمرہ کرائے پر لے لیا۔ پھر میں نے بچائی ہوئی رقم سے وہ تمام ضروری سامان خریدا اور کام شروع کر دیا۔

"کام شروع کرنے کی دیر تھی کہ مُشکل سے مُشکل مسئلے حل ہونے لگے۔ مجھے دُنیا کی کسی چیز سے دلچسپی نہ تھی۔ میں رات دن تجربوں میں لگا رہتا۔ تجربوں کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں۔ تم فکر نہ کرو کیمپ! میں چند دنوں میں تمہیں اس طریقے کا ایک ایک نُکتہ سمجھا دُوں گا۔ میں نے اپنے تجربے اِن کتابوں میں، خُفیہ زبان میں، لکھ رکھے ہیں جنھیں وہ منحوس بھنگنا لے کر بھاگ گیا ہے۔ وہ کتابیں بہت اہم ہیں۔ ہمیں انھیں دوبارہ

حل کرنے کی کوشش کرنا پڑے گی۔

"اچھا، اس تجربے کا آخری کام یہ تھا کہ جس شے کو غائب کرنا مقصود ہوتا اس پر دو مختلف مرکزوں سے خاص قسم کی شعاعیں ڈالی جاتیں۔ یہ شعاعیں بھی میری ایجاد ہیں۔ اس کام کے لیے میں نے دو آلے بنائے تھے جن کا نام میں نے شعاع افگن رکھا تھا۔ ان شعاع افگنوں کو چلانے کے لیے مجھے اپنے کمرے میں دو ڈائنمو اور ایک گیس انجن لگانا پڑا۔

"پہلا تجربہ میں نے اُونی کپڑے کی ایک کتّر پر کیا۔ کتّر شعاع افگنوں کے بیچ میں رکھنے کی دیر تھی کہ وہ دُھندلی ہو گئی اور دس پندرہ منٹ بعد پتا بھی نہ چلا کہ وہ ہے کہاں۔ مجھے اپنی کامیابی کا یقین نہ آتا تھا۔ میں نے کتّر کو ہاتھ سے چھو کر دیکھا۔ وہ جُوں کی تُوں موجود تھی۔ لیکن نظر نہ آتی تھی۔

"پھر ایک عجیب اِتّفاق ہُوا۔ کھڑکی کی طرف سے میاؤں کی آواز آئی۔ میں نے مُڑ کر دیکھا تو کھڑکی میں ایک مریل سی سفید بلّی نظر آئی۔ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سائیں سائیں اور کلوروفارم کی بُو سے وُہ بہت حیران
ہوئی۔ اس نے کچھ دیر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر
پھر گئی۔

"اس میں کتنی دیر لگی؟" کیمپ نے سوال کیا۔

"بلّی کے غائب ہونے میں کوئی تین چار گھنٹے لگے۔
رات کے دو بجے بلّی کو ہوش آیا وُہ لگی میاؤں میاؤں
کرنے۔ مَیں نے اُسے باہر نکال دیا اور وُہ ہمیشہ
کے لیے غائب ہو گئی۔"

"تمھارا مطلب ہے کہ اِس دُنیا میں اس وقت
ایک غیبی بلّی بھی موجُود ہے؟" کیمپ نے حیران
ہو کر پوچھا۔

"موجود ہو گی ——— اگر مَر نہ گئی ہو۔" غیبی آدمی
نے کہا۔ "اگلے دن مَیں نے چھٹّی منائی اور شہر
کے ایک کمرے میں رہتی تھی۔ اُس کی بلّی کہیں کھ
گئی تھی۔ کہنے لگی۔
"مَیں نے بلّی کی آواز سُنی تھی؟ میری بلّی یہاں
تو نہیں؟"

مَیں نے نرمی سے کہا۔ "نہیں بڑی بی"!

لیکن اس کی تسلّی نہیں ہوئی۔ اُس نے کمرے
جھانک کر دیکھا۔ گیس انجن کی دھک دھک، شعاع انگ

میں مجھے یہ پتا تھا کہ کام جلد از جلد مکمّل کرنا ہے۔
میرے پاس جو رقم تھی وُہ ختم ہو چلی تھی۔

"اگلے دن صُبح ہی صُبح مکان کا مالک میرے کمرے
میں آ دھمکا۔ وُہ یہُودی تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بُڑھیا
نے اُس سے میری شکایت کی تھی۔ اُس نے مجھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر الزام لگایا کہ میں نے بڑھیا کی بلّی پر جرّا
تجربے کیے ہیں۔ میں نے صاف انکار کیا تو بو
تمھارا گیس انجن چلنے سے دیواریں ہلنے لگتی
تم کوئی خطرناک کام تو نہیں کر رہے؟ میری بلا
میں شریف لوگ رہتے ہیں اور تم ——" اُس
بکواس سُن کر مجھے تاؤ آ گیا اور میں نے اُسے
زبردستی کمرے سے نکال دیا۔

"لیکن بعد میں اپنی حرکت پر پچھتایا۔ میں نے
کہ ممکن ہے کہ وُہ مجھے مکان سے نکال دے۔
میرے پاس اتنی رقم نہ تھی کہ میں اپنا سامان اُ
کر کسی دوسری جگہ جا سکوں۔ ہاں، اس مُصیبت
سے بچنے کا ایک طریقہ تھا اور وُہ یہ کہ میں غائب
ہو جاؤں۔ یہ فیصلہ کر کے میں نے اپنی تینوں کتا
اور چیک بُک کا پارسل بنایا اور ایک واقف د
کے پاس یہ کہہ کر چھوڑ آیا کہ ایک صاحب
حوالہ دے کر اسے لے جائیں گے۔

"کمرے میں واپس آ کر میں نے غائب ہونے
تیاری شروع کی۔ میں یہ بتانا بھول گیا کہ اِس
میں پہلے دو تین دوائیں خون کا رنگ سفید کر

کے لیے پینی پڑتی ہیں۔ میں نے یہ دوائیں بلّی کو
بڑی مُشکل سے پلائی تھیں۔ دوائیں پیے مجھے کوئی
دو گھنٹے ہی ہوئے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔
میں نے دروازہ کھولا تو مکان کا مالک ایک کاغذ ہاتھ
میں لیے کھڑا تھا۔ غالباً کمرہ خالی کرنے کا نوٹس تھا
لیکن اس سے پہلے کہ وُہ مجھ سے کچھ کہتا، اس نے میری
طرف دیکھ کر چیخ ماری اور بھاگ گیا۔ میں نے دروازہ
بند کیا اور جا کر آئینہ دیکھنے لگا۔ میرا چہرہ چاک
کی طرح سفید ہو گیا تھا۔ دوائیں اپنا اثر دکھا چکی
تھیں۔

"اگلا کام شعاعوں میں نہانے کا تھا۔ میں شعاع افگن
چالو کر کے ان کے درمیان میں لیٹ گیا۔ مجھے اندازہ
نہ تھا کہ اس کام میں مجھے کتنی تکلیف ہو گی۔ ایسا
لگتا تھا کہ جیسے تن بدن میں آگ لگی ہوئی ہے۔ رگیں
کھچ رہی ہیں، سینے پر منوں بوجھ ہے۔ میرا سر درد
سے پھٹا جا رہا تھا۔ کبھی میں روتا، کبھی کراہتا، کبھی
بڑبڑانے لگتا۔ آخر میں بے ہوش ہو گیا۔

"مجھے صُبح کے وقت ہوش آیا اور وُہ صبح ہمیشہ
یاد رہے گی۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ وُہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شیشے کی مانند شفاف تھے۔ جُوں جُوں دن چڑھتا گیا میرا جسم غائب ہوتا گیا۔ آخر میں لڑکھڑاتا ہُوا اُٹھا اور آئینے کے سامنے جا کھڑا ہُوا۔ آئینے میں میرا عکس نہیں پڑ رہا تھا۔ میں اپنے تجربے میں پوری طرح کامیاب ہو چکا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ اب دُنیا کا کوئی آدمی مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

"تھکن دُور کرنے کے لیے میں بستر پر لیٹ گیا۔ طرح طرح کے خیال اور منصوبے میرے دل میں آ رہے تھے۔ دوپہر کے وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور باہر سے کھُسر پھُسر کی آوازیں آئیں۔ میں جلدی سے اُٹھا اور شعاع افگنوں کے تار علیحدہ کر کے آلوں کو گڈ مڈ کرنے لگا تاکہ بعد میں کوئی دیکھے بھی تو پتا نہ چل سکے کہ اصل میں وُہ کس طرح رکھے تھے۔ دیر جو ہوئی تو دروازہ اور زور سے پیٹا جانے لگا۔

میں نے کہا "کھولتا ہوں"

یہ سُن کر وُہ کچھ دیر کے لیے چُپ ہو گئے۔ یہی میں چاہتا تھا۔ اس مُہلت سے فائدہ اُٹھا کر میں نے تمام آلوں کو اچھی طرح گڈ مڈ کر دیا اور پھر کھڑکی کھولی۔ کھڑکی سے ذرا نیچے ایک چھجا تھا۔ میں اُس

پر جا کھڑا ہُوا۔

"کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد باہر والوں نے دوبارہ کواڑوں پر ہلّا بولا اور آخر وُہ کواڑ توڑ کر اندر آ گھُسے۔ بوڑھا یہودی اپنے دو ہٹے کٹے نوجوان لڑکوں کو ساتھ لے کر آیا تھا۔ بڑھیا بھی اُن کے ہمراہ تھی۔ کمرہ خالی دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ انھوں نے پلنگ کے نیچے جھانکا، کپڑوں کی الماری کھول کر دیکھی۔ پھر دوڑے دوڑے کھڑکی کے پاس آئے اور جھانک کر نیچے دیکھنے لگے۔ میں ان کے سامنے کھڑا تھا مگر وُہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ تھک ہار کر وُہ آپس میں اُلجھ پڑے کہ اُنھوں نے واقعی میری آواز سنی تھی یا اُن کے کان بج رہے تھے۔ ان کی گفتگو سُن کر اور حیرانی دیکھ کر مجھے بڑی ہنسی آئی۔

"بڈھے یہودی اور بڑھیا کا خیال تھا کہ میں زندہ انسانوں پر جرّاحی کے تجربے کیا کرتا تھا۔ اس کے بیٹوں کی رائے میں مَیں بجلی کا کوئی آلہ بنا رہا تھا۔

"یکایک مجھے خیال آیا کہ اگر میرے بتائے ہوئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شعاع افگن کسی ایسے آدمی کے ہاتھ لگ گئے جسے طبیعیات سے لگاؤ ہو تو ممکن ہے میرا راز فاش ہو جائے یہ سوچ کر میں نے انھیں توڑ دینا ہی مناسب سمجھا۔

"میں کھڑکی کے راستے اندر آیا اور موقع کی تاک میں رہا۔ جونہی اُن کی توجہ کسی اور طرف ہوئی میں نے ہاتھ مار کر دونوں شعاع افگن نیچے گرا دیے۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ وہ چاروں اس بات سے بڑے بوکھلائے۔ ابھی وہ شعاع افگنوں کے خود بخود گر کر ٹوٹ جانے کے بارے میں اُلٹی سیدھی ہانک ہی رہے تھے کہ میں دروازے سے نکل کر نچلی منزل میں جا بیٹھا اور ان کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگا۔

"کچھ دیر بعد وہ گھبرائے گھبرائے نیچے آئے۔ ان کا خیال تھا کہ میں کہیں باہر گیا ہوا ہوں اور واپس آ کر جب اپنے آلات ٹوٹے ہوئے دیکھوں گا تو خدا جانے کیا ہنگامہ کھڑا کر دوں۔ ذرا دیر ان کی باتیں سننے کے بعد میں نے اُوپر اپنے کمرے کا رُخ کیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے اپنے تمام کاغذات اور کپڑے میز، کرسی اور پلنگ پر ڈھیر کر دیئے۔ پھر ان پر مٹی

کا تیل اُنڈیلا اور ماچس دکھا کر چلتا بنا۔"

"وہ عمارت تو جل کر راکھ ہو گئی ہو گی؟" کیمپ نے کہا۔

"ہاں، یہی میرا مقصد تھا۔" غیبی آدمی نے جواب دیا۔ "میں چاہتا تھا کہ میرا کوئی سُراغ باقی نہ رہے۔ عمارت سے باہر نکل کر میں ایک طرف چل پڑا۔ دل ہی دل میں سوچتا جا رہا تھا کہ اب میں کیسے کیسے حیرت انگیز کارنامے کروں گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

WAHEED LIBRARY
A-25, BLOCK "Q"
NORTH NAZIMABAD
KARACHI-33.

پھر کیا ہُوا ؟

غیبی آدمی مزے لے لے کر اپنا قصّہ سُنا رہا تھا۔ وُہ بولا۔ "میں خُوشی سے پھُولا نہ سما رہا تھا جی چاہتا تھا کہ خُوب قہقہے لگاؤں اور لوگوں کے ساتھ دل لگی کروں۔ کسی کا ہیٹ اُتار لوں، کسی راہ چلتے کی پیٹھ ٹھونک دوں۔ غرض کہ میں خُوب دھما چوکڑی مچانا چاہتا تھا۔

"ابھی زیادہ دُور نہ گیا تھا کہ کوئی چیز زور سے میرے سر سے ٹکرائی۔ میں نے مُڑ کر دیکھا تو ایک آدمی سوڈے کی بوتلوں کے اس کریٹ کو حیرت سے تک رہا تھا جو وُہ اُٹھائے ہوئے تھا۔ اگرچہ میرا سر بھنّا گیا تھا لیکن اس آدمی کا اچنبھا دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔

میں نے کہا "کریٹ میں شیطان گھُس گیا ہے"
اور کریٹ اس سے چھین کر دونوں ہاتھوں سے اُوپر اُٹھا لیا۔ مگر میرے پیچھے ایک کوچوان کھڑا تھا۔ اس نے جو سوڈے کی بوتلوں کو ہوا میں لٹکا ہُوا دیکھا تو انھیں بچانے کے لیے جھپٹا۔ اس کی انگلیاں بڑے زور سے میری کنپٹی پر لگیں۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ کریٹ اسی کے سر پر دے مارا۔ پھر کیا تھا غُل مچ گیا۔ لوگ جمع ہونے لگے۔ بھیڑ بڑھتی دیکھ کر مجھے اپنی حماقت کا اِحساس ہُوا اور بڑی مشکل سے بچتا بچاتا وہاں سے بھاگا۔

"آگے چل کر مجھے نئی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ میں ایک سڑک پر آ گیا تھا۔ پٹڑی پر اتنے لوگ آ جا رہے تھے کہ میرا گزرنا محال ہو گیا۔ کئی دفعہ میرا پاؤں راہ گیروں کے بُوٹوں کے نیچے کچلا گیا یہ دیکھ کر میں پٹڑی سے اُتر کر سڑک کے ساتھ بنی ہوئی پُختہ نالی میں چلنے لگا۔ وہاں اینٹیں میرے پاؤں میں چُبھنے لگیں اور جب بیس پچیس قدم آگے مجھے کانچ کے ٹکڑے بکھرے نظر آئے تو میں نالی سے نکلنے پر مجبُور ہو گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سامنے سڑک پر ایک کرائے کی بگھی خالی جا رہی تھی۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ یہ جنوری کی بات ہے۔ میں سردی سے کانپ رہا تھا۔ جس آدمی نے کپڑے اور جوتے نہ پہنے ہوں، اُس کی قلفی جمنی ہی چاہیے۔ یہ سراسر میری اپنی حماقت تھی۔ میں نے یہ سوچا ہی نہیں تھا کہ نظر سے غائب ہونے کے بعد بھی سردی اور گرمی سے نجات نہ ملے گی۔

"یکایک مجھے خیال آیا کہ بگھی خالی جا رہی ہے۔ میں کیوں نہ اس میں سوار ہو جاؤں۔ میں دوڑ کر اس میں جا بیٹھا۔ تمھیں پتا ہے کہ سردی میں چوٹ زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ میرا سر، کنپٹی اور پاؤں بُری طرح دُکھ رہے تھے۔ میری ساری خوشی کافور ہو چکی تھی اور میں ہر قیمت پر اس مصیبت سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

"چند منٹ بعد مجھے بگھی سے بھی اُترنا پڑا۔ ایک عورت اُسے رُکوا کر سوار ہونے لگی تھی۔ میں دوسرے دروازے سے اُتر کر ایک نئے راستے پر چل دیا۔ میں جلد از جلد لندن کے اُن محلّوں میں پہنچنا

چاہتا تھا جہاں بہت کم بھیڑ ہوتی ہے۔ سردی کے مارے میرے دانت بج رہے تھے اور مجھے زکام ہو گیا تھا۔ میں برٹش میوزیم کے پاس سے گزر رہا تھا کہ ایک کتا میرے پیچھے لگ گیا اس وقت مجھے پہلی بار اندازہ ہوا کہ کتے چاہے مجھے دیکھ نہ سکیں، لیکن میری موجودگی کو محسوس ضرور کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو اس کی بو سے پہچان لیتے ہیں۔

"اُس کتے نے نتھنے پھُلا کر اِدھر اُدھر سونگھا اور پھر غراتا ہوا میری طرف آیا۔ اب میں آگے آگے تھا اور کتا پیچھے پیچھے۔ اُس نامعقول دوڑ کو شروع ہوئے ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ دیکھتا کیا ہوں کہ سامنے سے بڑا بھاری جلوس چلا آ رہا ہے۔ آگے آگے بینڈ باجا ہے اور لوگ گلا پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگا رہے ہیں۔ جلوس کی وجہ سے میرا راستہ ہی رُک گیا۔ وہ تو میری خوش قسمتی تھی کہ باجوں کے شور اور لوگوں کی چیخم دھاڑ سے گھبرا کر کتا اُلٹے پاؤں بھاگ گیا۔

"سامنے ایک مکان تھا، جس کے دروازے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگے سید پتھر کی تین چار سیڑھیاں تھیں۔ ہجوم سے بچنے کے لیے میں سیڑھیاں چڑھ کر دروازے کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اتنے میں میں نے دو بچوں کو باتیں کرتے سنا، جو سیڑھیوں کے پاس کھڑے تھے ایک بولا کہ کوئی آدمی ننگے ان سیڑھیوں پر چڑھ رہے ہے مگر اترا نہیں۔

"دوسرے نے حیرت سے کہا کہ اس سردی میں کون ننگے پاؤں پھر رہا ہے؟ پہلے نے چیخ کر کہا کہ وہ دیکھو! حد ہو گئی! کیا یہ کسی بھوت کے پاؤں ہیں؟" وہ میرے پیروں کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔"

میں نے جلدی سے نیچے دیکھا۔ میرے تلوؤں پر کیچڑ لگی ہوئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے پاؤں کا ناپ دینے کے لیے سفید پتھر پر نشان بنا دیئے ہیں۔ میں سوچ رہا ہے کہ اب کیا کیا جائے کہ ایک بچے نے میرے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ مجھے چھو سکتا، میں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

جلوس گزر چکا تھا اس لیے مجھے فرار ہونے میں

دقت نہ ہوئی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ میرے پاؤں گیلے تھے اور میں جدھر جاتا تھا پیچھا کرنے والوں کو پاؤں کے نشانوں سے میرا پتا چل جاتا تھا۔ ان بچوں کے علاوہ کئی بڑے بھی میرا پیچھا کر رہے تھے۔ اگر کوئی پوچھتا کہ کیا ہوا؟ تو وہ بتاتے کہ دیکھو! پاؤں بھاگے جا رہے ہیں۔

لگاتار بھاگنے سے میرا جسم گرم اور تلوے خشک ہو گئے۔ جب میرے پاؤں کے نشان بننے ختم ہو گئے تب کہیں میرا پیچھا چھٹا۔

"میں نے ایک کونے میں بیٹھ کر دم لیا اور تلوؤں پر لگی کیچڑ مل مل کر اتاری۔ تھوڑی دیر ستانے کے بعد پھر ادھر ادھر پھرنے لگا۔ شام ہو رہی تھی۔ آسمان پر بادل تھے۔ یکایک کوئی نرم سی چیز میرے منہ پر گری۔ ہلکی ہلکی برف باری شروع ہو گئی تھی۔ موسم خراب سے خراب ہوتا گیا۔ ٹھنڈے، طوفانی جھکڑ چلنے لگے۔ میں سردی سے ٹھٹھرتا ہوا لندن کی سڑکوں پر مارا مارا پھر رہا تھا۔ مجھے پتا تھا کہ اگر میں نے گھنٹا بھر کے اندر اندر کوئی جگہ تلاش نہ کی تو صبح تک زندہ رہنا ناممکن ہے۔ میں نے بہت سوچا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن کوئی ایسی جگہ ذہن میں نہ آئی جہاں مجھے آرام سے رات گزارنے کا موقع مل سکتا۔

"راستے میں ایک اشتہار دیکھ کر مجھے اس مشہور دکان کا خیال آیا جو کورٹ روڈ پر واقع ہے۔ وہ بہت لمبی چوڑی دکان ہے بلکہ دکان کیا پوری عمارت ہے جس کی کئی منزلیں ہیں۔ وہاں دنیا بھر کی کھانے، پینے اور پہننے، برتنے کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں۔

دکان کھلی تھی۔ اندر جا کر دیکھا تو ابھی خاصی چہل پہل تھی۔ میں نے ساری عمارت کی سیر کی تاکہ پتا چل سکے کہ کون سی چیز کہاں بکتی ہے اور آنے جانے کے کون کون سے راستے ہیں۔ جب میں نے عمارت کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا تو اوپر کی منزل کے ایک کونے میں جہاں پلنگ، مسہریاں، گدے اور چادریں بکتی تھیں، جا کر گدوں کے ڈھیر میں چھپ گیا۔ میری سردی ذرا سی دیر میں دور ہو گئی۔

"میں نے یہ طے کیا تھا کہ دکان بند ہو جانے کے بعد میں کچھ کپڑے چرا کر پہن لوں گا۔ مجھے یہاں سے کچھ رقم بھی مل جائے گی۔ سب سے اوپر کی منزل پر کینٹین ہے۔ کھانے پینے کا بھی تھوڑا

بہت بندوبست ہو جائے گا۔ صبح جب دکان کھلے گی تو میں وہی کپڑے پہن کر، مفلر سے منہ چھپا کر، نکل جاؤں گا۔ کسی کو پتا بھی نہ چلے گا کہ میں کون ہوں۔ اس کے بعد میں اپنے دوست دکان دار سے، ثبوت پیش کر کے اپنی کتابیں اور چیک بک لے لوں گا اور کہیں کمرہ کرائے پر لے کر اپنے غیبی آدمی ہونے کا پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا —— لیکن اب مجھے اپنی بیوقوفی پر ہنسی آتی ہے۔

"کوئی گھنٹا بھر کے بعد گاہک اور ان کے بعد دکان کے ملازم رخصت ہوئے اور دکان بند ہو گئی۔ اس عظیم الشان عمارت میں ہر طرف اندھیرا اور سناٹا چھا گیا۔ میں خوشی خوشی اٹھا۔ ماچس کی ڈبیا تلاش کرنے میں بڑا وقت ضائع ہوا۔

"آخر میں موم بتی جلا کر سب سے پہلے اس جگہ پہنچا۔ جہاں میں نے جرابیں، دستانے اور جوتے بکتے دیکھے تھے۔ وہاں سے میں نے نہایت نفیس جوتے، دستانے اور گرم اونی موزے لے کر پہنے۔ اس کے بعد پتلون، قمیص، واسکٹ، مفلر اور کوٹ اور ایک ہیٹ، جس کا چھجا نیچے کی طرف بہت مڑا ہوا تھا،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُڑا لیا۔ یہ تمام چیزیں پہن کر میں بہت امیر آدمی معلوم ہونے لگا۔

اس کام سے فراغت پاکر میں نے کینٹین کا رخ کیا۔ وہاں تھوڑی سی کافی اور بھنا ہوا گوشت ملا۔ میں نے گیس کا چولھا جلایا، گوشت اور کافی کو گرم کیا اور پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ نیچے کی ایک منزل میں چاکلیٹ، ٹافی اور خشک میووں کا سٹور تھا۔ وہاں بھی میں نے خوب بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارے۔ پھر بے فکر ہو کر وہی کپڑے پہنے گدّوں کے ڈھیر میں گھس کر سو گیا۔

"بدقسمتی دیکھیے کہ صبح سویرے میری آنکھ ہی نہ کھلی۔ اگر میں دُکان کھلنے سے پہلے اُٹھ بیٹھتا تو شاید کسی محفوظ جگہ چھپ رہتا اور پھر موقع پا کر باہر نکل جاتا۔ میں اس وقت جاگا جب دکان میں کام کرنے والے کچھ مُلازم آ چکے تھے اور جھاڑ پونچھ میں مصروف تھے۔ ان کی باتوں کی آواز سن کر میں ہڑبڑا کر اُٹھا اور ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کدھر چھپنا چاہیے کہ اتفاق سے کسی نے دُور سے مجھے دیکھ لیا اور فوراً "کون ہے" اور "پکڑ لو" کا شور مچا دیا۔

ے شُبہ اس لیے ہُوا کہ ابھی دُکان گاہکوں کے لیے نہیں کھُلی تھی۔

میں دوڑ کر ایک کاؤنٹر کے پیچھے چھُپ گیا۔ لیکن اب چھُپنے سے کیا حاصل تھا۔ پُوری دکان میں یہ خبر پھیل گئی کہ اندر کوئی چور ہے اور آناً فاناً سب دروازے بند ہونے لگے۔

"عجیب بات ہے کہ اس دوران میں مجھے اپنے کپڑے اُتارنے کا خیال نہ آیا۔ اگر میں اسی وقت کپڑے اُتار دیتا تو وُہ مجھے پکڑنا تو درکنار دیکھ بھی نہ سکتے اور میں اِدھر اُدھر دوڑنے بھاگنے کی مُصیبت سے بچ جاتا۔

"تھوڑی دیر بعد ایک آدمی نے مجھے دیکھ لیا اور چیختا ہُوا میری طرف دوڑا۔ میں نے کُرسی اُٹھا کر اس کی طرف پھینکی اور زینے کی طرف لپکا۔ وہاں ایک اور آدمی ہاتھ پھیلائے میری تاک میں کھڑا تھا۔ اور تو کچھ میرے ہاتھ آیا نہیں، وہاں ایک بڑا سا گُل دان رکھا تھا۔ وُہ میں نے اس کے سر پر دے مارا۔ وُہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور میں جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھتا ہُوا سب سے اُوپر کی منزل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر جا پہنچا۔

میرا خیال تھا کہ کینٹین خالی ہو گی مگر وہاں باورچی موجود تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ کم بخت بھی "چور! چور!" کہتا ہوا مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ میں نے بھی تاک کر ایسا گھونسا ٹکایا کہ وہ پیسٹریوں کی ٹرے پر جا گرا۔

میں جھٹ کینٹین سے نکل کر ایک پاس والے کاؤنٹر کے پیچھے دبک گیا اور جلدی جلدی کپڑے اُتارنے شروع کیے۔ مگر اتنے سارے کپڑے اتارنے میں دیر لگتی ہے۔ اُدھر باورچی نے شور مچا کر دوسرے نوکروں کو بتا دیا کہ میں فلاں کاؤنٹر کے پیچھے چھپا ہوا ہوں۔ میں نے کسی کو کہتے سُنا کہ پولیس کو بُلاؤ۔

پھر کئی آدمیوں کے دوڑے آنے کی آواز آئی سچ پوچھو تو اس صبح میں گرفتار ہونے سے بال بال بچا۔ وہ کاؤنٹر تک اس وقت پہنچے جب میں تمام کپڑے اُتار کر غائب ہو چکا تھا۔ ایک نوجوان نے کہا کہ اُسے یہیں کہیں ہونا چاہیئے۔ جو کپڑے اُس نے چرائے تھے وہ سب یہاں پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اب میرا ہاتھ آنا محال تھا۔

"میں ایک طرف کھڑا اُن کی باتیں سنتا رہا۔ وہ کونا کونا جھانکتے پھر رہے تھے۔ اور ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ چور کہاں غائب ہو گیا ہے۔ مجھے اپنے منصوبے کے خاک میں مل جانے کا بڑا دُکھ تھا۔ میں تھکے تھکے قدم اُٹھاتا ہوا کینٹین میں جا بیٹھا اور باورچی کی آنکھ بچا کر گلاس بھر دودھ پی گیا۔

اس کے بعد میں نے سوچا کہ دکان میں رُکنا بے سود ہے۔ میں نے باہر جھانکا تو موسم اچھا تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ میں نیچے اُتر آیا اور باہر نکل گیا"

یہ کہہ کر غیبی آدمی کچھ دیر کے لیے رُکا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر یہ ہوا کہ.....

"میری جان سخت عذاب میں تھی۔" غیبی آدمی نے دم لے کر پھر اپنی کہانی شروع کی۔

"کپڑے پہنوں تو مشکل کہ ہر شخص میرے حلیے کو شبے کی نظر سے دیکھے گا۔ نہ پہنوں تو مشکل کہ سردی سے مر جاؤں گا۔ برف باری میں تو باہر نکل ہی نہیں سکتا تھا اگر نکلا تو جسم پر برف جم جائے گی اور نظر آنے لگوں گا۔

"صرف برف باری ہی میں نہیں، میرے لیے بارش اور کہر میں نکلنا بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔ کیونکہ بارش یا کہر میں سے گزرتے وقت جسم کا دھندلا خاکہ نظر آنا یقینی تھا۔ اس کے علاوہ میرے پاؤں میں جوتے نہیں تھے اور میل کی تہیں چڑھ جانے کے بعد وہ صاف نظر آنے لگتے تھے۔ غرض کہ غیبی

زندگی میرے لیے وبالِ جان بن گئی تھی۔

"دکان سے نکلنے کے بعد میں گھومتا گھامتا اسی محلے میں جا نکلا جہاں میں رہا کرتا تھا۔ جلی ہوئی عمارت سے اب تک دھواں اٹھ رہا تھا۔ وہاں بہت بھیڑ تھی اس لیے میں دور ہی سے یہ منظر دیکھتا رہا۔ میرے سامنے اس وقت سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ کپڑے کہاں سے حاصل کیے جائیں؟ یکایک مجھے یاد آیا کہ ایک دفعہ میں نے ڈروری لین میں کچھ دکانیں ایسی دیکھی تھیں جن میں تھیٹر کا سامان اور طرح طرح کے لباس بکتے تھے۔ میں اسی جانب روانہ ہو گیا۔

"وہاں پہلے ہی موڑ پر مجھے ایک دکان مل گئی۔ اس کی کھڑکی میں جھوٹے گوٹے کناری سے سجی پوشاکیں، نقلی ہیرے، سر کے مصنوعی بال، گل مچھے، مونچھیں، ڈاڑھیاں اور پتا نہیں کیا کیا الم غلم رکھا تھا۔

"دکان کے اوپر ایک بھیانک سا چار منزلہ مکان تھا جس میں اندھیرے کا راج تھا۔ میں نے دکان کا دروازہ کھولا تو گھنٹی بجنے لگی۔ دکان میں اس وقت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی نہ تھا۔ میں اندر جا کر ایک کونے میں چُپ چاپ کھڑا ہو گیا۔

"کوئی ایک منٹ بعد ایک ناٹے قد کا، کُبڑا سا آدمی پچھلے دروازے سے اندر آیا۔ اُس کے بازو بہت لمبے اور ٹانگیں بہت چھوٹی تھیں۔ چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کچھ کھاتے کھاتے اُٹھ کر آیا ہے۔ دکان خالی دیکھ کر اُسے حیرت ہوئی، اور غصّہ بھی آیا۔ اُس نے بڑبڑا کر کہا "یہ بدمعاش لونڈے" اور مایوس ہو کر اندر جانے کے لیے مُڑا تو میں بھی آگے بڑھا۔

میرا ارادہ تھا کہ جب وہ دروازہ کھول کر پچھلے کمرے میں جائے گا تو میں بھی اس کے ساتھ وہاں پہنچ جاؤں گا۔ لیکن اس کُبڑے کے کان غضب کے تیز نکلے۔ اُس نے میری آہٹ سُن لی اور کھڑا ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ مجبوراً میں بھی رُک گیا۔ اِرد گرد نظر ڈال کر وہ پھر آگے بڑھا اور دروازہ کھول کر اندر جانے لگا مگر اُس کا شک دُور نہ ہُوا تھا۔ وہ دروازہ کھُلا چھوڑ کر واپس آیا اور اُس نے دکان کے ایک سِرے سے دوسرے سِرے

تک چکّر لگایا۔ میں جھٹ کھُلے ہوئے دروازے سے پچھلے کمرے میں داخل ہو گیا۔

وہ کمرہ بہت ہی چھوٹا تھا اور ایک میز کرسی کے سوا اِس میں کسی قسم کا سامان نہ تھا۔ میز پر کھانا اور قہوہ رکھا تھا۔ کمرے کے دو دروازے اور تھے۔ کُبڑا دکان کو دیکھ بھال کر واپس آیا اور آتے ہی کھانے پر پل پڑا۔ اُسے ندیدوں کی طرح کھاتے دیکھ کر میرے مُنہ میں پانی بھر آیا۔ لیکن میں نے صبر سے کام لیا۔ کیونکہ میں اُسے ڈرانا نہیں چاہتا تھا۔

کھانا کھا کر اُس نے برتن اکٹھے کیے اور ایک دروازہ کھولا۔ یہاں سے سیڑھیاں نیچے کو جاتی تھیں۔ میں اُس کے پیچھے پیچھے گیا تو نیچے ایک نہایت تنگ، دُھنواں اور میلا کچیلا باورچی خانہ تھا۔ اُسے برتن دھوتا چھوڑ کر میں اُوپر آ گیا اور آتش دان کے پاس بیٹھ گیا۔ آتش دان میں کوئلے کم تھے۔ میں نے آنچ تیز کرنے کے لیے دو تین کوئلے اس میں اور ڈال دیئے۔ کوئلوں کے گرنے سے معمولی سی آواز ہوئی مگر اس کم بخت کے کان اِتنے تیز تھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ اُس نے وُہ بھی سُن لی اور دوڑا ہُوا اُوپر آیا۔ کبھی آتش دان کو دیکھتا کبھی دروازوں کو۔

اُس کی تیوری چڑھی ہوئی تھی۔ اُس نے غرّا کر کہا "کون ہے؟ اگر کوئی ہے تو کان کھول کر سُن لے کہ میں اسے زندہ دفن کر دُوں گا"۔ یہ دھمکی دے کر وُہ دوبارہ برتن دھونے چلا گیا۔ میں اطمینان سے آگ تاپتا رہا۔

"برتن دھو دھا کر وُہ اُوپر آیا اور آتے ہی اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ دکان کی دوبارہ تلاشی لی۔ اور باہر کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ پھر وُہ پچھلے کمرے میں آیا اور تیسرا دروازہ کھولا۔ اُدھر سے سیڑھیاں اُوپر جاتی تھیں۔ وُہ تو اُوپر جا کر ایک کمرے میں گھُس گیا اور میں نے مکان میں گھُومنا شروع کیا۔

مکان بہت بوسیدہ اور سیلا ہُوا تھا۔ بعض کمرے بالکل خالی پڑے تھے۔ کِسی کِسی کمرے میں تھیٹر کا سامان تھا۔ ایک کمرے میں مجھے ڈھیر سارے پُرانے کپڑے مِل گئے۔ میں اُنھیں اُلٹ پلٹ کر اپنے مطلب کا لباس ڈھونڈنے لگا۔ کپڑوں کو

اُلٹنے پلٹنے سے شور ہی کتنا ہوتا ہے لیکن صاحب! اُس کبڑے کے کان تھے یا قیامت۔ وُہ شور بھی اس نے سُن لیا کیونکہ منٹ بھر بعد وُہ اسی کمرے کے دروازے میں کھڑا پھٹی پھٹی آنکھوں سے بکھرے ہوئے کپڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں بالکل چُپ چاپ کھڑا رہا۔ وُہ سر ہلا کر بولا۔ "چُوہوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے"۔ اور چلا گیا مگر ستم یہ کیا کہ دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

"کمرے میں قید ہو جانے سے میں کچھ گھبرایا پھر میں نے سوچا کہ کپڑے تو نکال رکھوں، بعد میں باہر نکلنے کا کوئی طریقہ بھی سُوجھ جائے گا۔ کمرے میں ایک طرف سب سے اُوپر کے تختے پر بہت اچھے اچھے کپڑے نظر آ رہے تھے۔ میں نے انھیں اتارنے کی کوشش کی تو وُہ سارے کے سارے دھم سے نیچے آ رہے۔ اس شور کے بعد کبڑے کا آنا یقینی تھا۔

"میں نے کپڑوں کو ایک طرف پھینکا اور دروازے کے پاس، دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ چند سیکنڈ گزرے تھے کہ وُہ آ پہنچا۔ اس مرتبہ اس کے ہاتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں پستول تھا۔ وہ پستول تان کر کمرے کی ایک ایک شے کو غور سے دیکھنے لگا۔ میں دروازے کے پاس ہی تھا، چپکے سے باہر نکل گیا۔

چند منٹ بعد وہ بھی بڑبڑ کرتا ہوا باہر آیا اور کمروں کو تالا لگانے لگا۔ میں پہلے ہی اس سے اور اس کے کانوں سے تنگ آ چکا تھا۔ اس نئی حرکت سے میں اور جھلا گیا۔ وہ ایک کمرے میں تالا لگا رہا تھا کہ میں نے پاس رکھا ہوا سٹول اس کے سر پر دے مارا۔ وہ گر کر بے ہوش ہو گیا۔

یہ سن کر کیمپ سے نہ رہا گیا۔ وہ بولا "یہ تم نے بڑی ہی بیہودہ حرکت کی۔ آخر انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے؟"

غیبی آدمی کو غصہ آ گیا "انسانیت کا اچار ڈالنا ہے مجھے؟ وہاں میری جان پر بنی ہوئی تھی اور وہ کبڑا تھا کہ میرا منصوبہ ناکام بنانے پر تلا بیٹھا تھا۔ خیر، میں نے اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے اور منہ پر پٹی چڑھا دی تاکہ ہوش میں آنے کے بعد چیخ پکار نہ کرے۔ کیمپ! تم اس طرح میری طرف کیا دیکھ رہے ہو؟ یہ مت بھولو کہ اس کے ہاتھ

میں پستول تھا۔"

کیمپ نے جواب دیا "وہ پستول لے کر نہ آتا تو اور کیا کرتا؟ تم بھی تو اس کے گھر میں چوری کرنے گئے تھے۔"

غیبی آدمی چیخا "چوری کرنے؟ بکواس۔ اگلی بار تم مجھے ڈاکو بنا دو گے۔ تم دیکھتے نہیں کہ میری حالت کتنی نازک تھی؟"

کیمپ اسے برا بھلا کہنے ہی والا تھا کہ کچھ سوچ کر دھیما پڑ گیا اور بولا "ہاں، واقعی تم بھی مجبور تھے۔ وہی مثل ہے، مرتا کیا نہ کرتا۔"

"ٹھیک کہتے ہو" غیبی آدمی نے خوش ہو کر کہا۔ "میں نے اسے بلاوجہ سٹول نہیں مارا۔ اس نے مجھے تنگ بھی تو بہت کیا تھا۔ خیر، کبڑے کی طرف سے بے فکر ہونے کے بعد سب سے پہلے میں نے باورچی خانے میں جا کر باسی روٹی اور کھٹے پنیر سے پیٹ بھرا۔ جان میں جان آئی تو گھر کی تلاشی لی۔ ایک بار میں نے یہ بھی سوچا کہ کیوں نہ اپنا چہرہ رنگ لوں۔ مگر اس میں خرابی یہ تھی کہ کسی وقت غائب ہونے کی ضرورت پڑ گئی تو کام چوپٹ ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بائے گا کیونکہ تارپین کے تیل وغیرہ سے رگڑ رگڑ کر منہ دھوئے بغیر رنگ اُترنا محال ہے۔

"کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے چند کپڑے پہن لیے۔ سر پر مصنوعی بال، چہرے پر ناک، عینک اور گل مچھے لگائے۔ آٹھ پونڈ اس کمرے میں سے جس میں کبڑا سویا کرتا تھا اور تین چار دکان کے گلّے میں سے مل گئے۔ یہ سب میں نے ہتھیا لیے۔

"بھیس بدل کر میں نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا اور جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ سب ٹھیک ہے تو میں وہاں سے چل دیا۔ میں ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی کباڑ خانے سے نکل کر آ رہا ہوں۔"

"اور وہ کبڑا؟" کیمپ نے پوچھا۔

غیبی آدمی بولا۔ "اسے میں وہیں بندھا ہوا چھوڑ آیا تھا۔ اس نے بعد میں کسی طرح اپنے آپ کو چھڑا لیا ہو گا۔"

"اچھا، پھر کیا ہوا؟" کیمپ نے کہا۔

"ہونا کیا تھا" غیبی آدمی نے آہ بھر کر کہا۔ "اس مرتبہ بھی سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ میں یہ سمجھا تھا کہ میرے تمام مسئلے حل ہو گئے ہیں۔

خیالی پلاؤ پکاتا ہوا خوش خوش ایک عمدہ سے ہوٹل میں پہنچا۔ میرا ارادہ تھا کہ خوب دعوت اُڑاؤں گا۔ لیکن جا کر بیٹھا ہی تھا کہ خیال آیا کہ منہ سے مفلر ہٹائے بغیر کھانا کیسے کھاؤں گا اور اگر مفلر ہٹا دیا تو صاف نظر آ جائے گا کہ جہاں میرا چہرہ ہونا چاہیے وہ جگہ بالکل خالی ہے۔ میں پریشان ہو کر وہاں سے اُٹھ آیا۔

"کچھ دیر بعد مجھے ایک ترکیب سوجھ گئی۔ میں ایک اور ہوٹل میں داخل ہوا اور میں نے کہا کہ میں تنہائی میں بیٹھ کر کھانا کھاؤں گا کیونکہ ایک حادثے سے میری شکل بگڑ گئی ہے۔ اُنھوں نے مجھے ایک الگ تھلگ کمرے میں بٹھا کر کھانا چُن دیا۔ کہنے کو تو میں نے ڈٹ کر کھایا مگر مزہ خاک نہ آیا۔

"مجھے اب پتا چل گیا تھا کہ بڑے اور با رونق شہر میں غیبی آدمی بن کر رہنا حماقت ہے۔ غیبی آدمی بننے میں جتنا فائدہ تھا اتنا ہی گھاٹا بھی تھا۔ آہ! غائب ہونے سے پہلے میں نے کیسے کیسے اُلٹے سیدھے مگر دل خوش کرنے والے منصوبے بنائے تھے مگر میری ساری اُمیدوں پر دو ہی دن میں پانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر گیا۔"

"تم آئی پنگ کیا لینے گئے تھے؟" کیمپ نے پُوچھا۔ وُہ اسے باتوں میں اُلجھائے رکھنا چاہتا تھا۔

"میں وہاں اس لیے گیا تھا کہ اپنی تحقیق کو مکمل کر سکوں۔ میں کوئی ایسا طریقہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ جس کی مدد سے جب چاہوں غائب ہو جاؤں اور جب چاہوں نظر آنے لگوں۔ تمھیں یہ سُن کر خوشی ہو گی کہ اس نئے طریقے کے خاص خاص اُصول میں نے معلوم کر لیے ہیں۔ اب صرف دو تین سال جم کر تجربہ کرنے کی ضرورت ہے۔"

"اچھا، تو تم لندن سے سیدھے آئی پنگ چلے گئے؟" کیمپ نے سوال کیا۔

"ہاں" غیبی آدمی نے جواب دیا۔ "پہلے میں اس دکان دار کے پاس گیا جسے میں نے کتابوں اور چیک بُک والا پارسل دیا تھا۔ ثبوت پیش کرنے پر اس نے پارسل میرے حوالے کر دیا۔ اس نے مجھے پہچانا تک نہیں۔ وُہ سمجھا کہ میں کوئی اور آدمی ہوں۔ بینک سے رقم نکلوا کر میں نے تمام ضروری چیزیں خریدیں اور اُنھیں پیٹیوں میں بند کر کے آئی پنگ

لے گیا۔ پتا نہیں کیا چکّر ہے کہ جب سے میں غیبی آدمی بنا ہوں مجھے ایک سے ایک پرلے درجے کے احمق سے پالا پڑ رہا ہے۔ اب اسی گاؤدی کو دیکھو جو میری کتابیں لے بھاگا ہے۔ بھلا کوئی اس سے پُوچھے کہ یہ کتابیں تیرے کس کام کی ہیں۔ خیر، جس دن میرا داؤ لگے گا——"

یہ کہتے کہتے وُہ چُپ ہو گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

داؤ خالی گیا

کیمپ بہ ظاہر غیبی آدمی کی باتیں سُن رہا تھا۔ مگر اس کا دھیان کہیں اور تھا۔ وُہ سوچ رہا تھا کہ خط بھیجے خاصی دیر ہو گئی ہے۔ کرنل صاحب اب آیا ہی چاہتے ہوں گے۔ اسے یہ بھی فکر تھی کہ کہیں غیبی آدمی کو شبہ نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہوُا تو محنت اکارت جائے گی۔ اس نے غیبی آدمی کو باتوں میں لگائے رکھا۔

"اب ہمیں کیا کرنا ہے؟ اس بارے میں کچھ سوچا؟" کیمپ نے پوُچھا۔

غیبی آدمی بولا۔" پہلے میرا ارادہ تھا کہ انگلستان چھوڑ دوں اور پانی کے جہاز سے فرانس اور وہاں سے الجزائر چلا جاؤں۔ ان علاقوں میں موسم مُعتدل

ہوتے ہیں اور میں بڑی آسانی سے گزر بسر کر سکتا ہوں۔ لیکن تم سے ملاقات ہونے کے بعد میں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ اگر تم نہ بھی ملتے تو بھی مجھے ارادہ بدلنا ہی پڑتا۔ وُہ نالائق میری کتابیں اور نقدی لے کر جو بھاگ گیا ہے۔ میرے ہاتھ آ جائے تو میں اُسے کچّا کھا جاؤں۔ کچھ پتا ہے وُہ کہاں ہے؟"

کیمپ نے جواب دیا۔" برڈوک کی حوالات میں۔ اُس نے خود ہی کہا تھا کہ اُسے کسی مضبوط کوٹھڑی میں بند کر دیا جائے۔"

غیبی آدمی نے کہا۔" بدمعاش کہیں کا۔ لیکن کیمپ! وُہ کتابیں بہت ضروری ہیں۔ ان کے بغیر ہمارا کام نہیں چل سکتا۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ کیمپ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اب کیا ذکر چھیڑے کہ غیبی آدمی خود ہی بول پڑا۔" یہاں تمہارے گھر آکر میں نے اپنے پچھلے منصوبوں کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ تم عقلمند آدمی ہو۔ سائنس دان ہو۔ میری تمہاری اچھی نبھے گی ہم ایسے عظیمُ الشان کارنامے کریں گے کہ دنیا کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تاریخ بدل جائے گی۔

"مجھ سے شروع ۔ میں غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اِتنا بڑا کام اکیلے کرنا چاہا۔ اس کی سزا مجھے یہ ملی کہ ساری محنت بیکار گئی، وقت ضائع ہُوا اور میں نے کئی سنہری موقع کھو دیئے۔ غیبی آدمی، اکیلا کر ہی کیا سکتا ہے؟ ذرا سی لوٹ مار، تھوڑی سی دھینگا مُشتی کر لے گا اور بس! بڑے کام مِل جُل کر ہی کیے جاتے ہیں۔ تمھاری رائے میں غیبی آدمی بننے کا سب سے بڑا فائدہ کیا ہے؟"

کیمپ نے سوچ کر کہا "وُہ لوگوں کے راز معلوم کر سکتا ہے؟"

غیبی آدمی نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "غلط! سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ غیبی آدمی جسے چاہے موت کے گھاٹ اُتار سکتا ہے۔ اور میں کروں گا بھی یہی۔ تم دیکھتے جاؤ۔"

کیمپ نے جواب دیا۔ "میں تمھاری باتیں سُن رہا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مجھے تم سے اِتفاق ہے۔"

غیبی آدمی بولا۔ "میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ اندھا دُھند لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دُوں گا۔ میں صرف چُن چُن کر ایسے لوگوں کو ماروں گا جن کے قتل سے ہر طرف دہشت پھیل جائے۔ پھر لوگ ڈر کے مارے میرا حُکم مانیں گے اور ملک پر میری حکومت ہو جائے گی۔"

اس دوران میں کیمپ نے گھر کا صدر دروازہ کھُلنے کی آواز اور بُوٹوں کی ہلکی سی چاپ سُن لی تھی۔ وُہ زور زور سے باتیں کرنے لگا تاکہ غیبی آدمی کو کوئی آہٹ سنائی نہ دے۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میں بے گُناہوں کا خُون نہ ہونے دُوں گا۔ تم اپنی تحقیق کو چھپوا کیوں نہیں دیتے؟ عزّت اور ناموری حاصل کرنے کا جو صحیح طریقہ ہے اُسے چھوڑ کر تم خود غرضی ——"

مگر کیمپ کا چیخ چیخ کر بولنا بے کار ثابت ہُوا۔ غیبی آدمی نے اس کی بات کاٹ دی اور اُچھل کر دروازے کی طرف لپکا۔

"یہ سیڑھیاں کون چڑھ رہا ہے؟" وُہ بولا۔

"تمھیں وہم ہو رہا ہے۔" کیمپ نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر غیبی آدمی نے ایک نہ سُنی اور یہ کہہ کر کہ "دیکھتا ہوں کون ہے" دروازہ کھولنے لگا۔ تیر کمان سے نکلتا دیکھ کر کیمپ نے چھلانگ لگائی اور چاہا کہ ٹانگ کھینچ کر اُس کو گرا لے مگر وُہ پوری طرح چوکنّا ہو گیا تھا۔ اس نے نہایت صفائی سے کیمپ کا وار خالی دیا اور پلک جھپکتے میں چپل اور کوٹ اُتار پھینکا۔

"غدّار! دھوکے باز!" غیبی آدمی نے پھُنکار کر کہا اور دروازہ کھول کر باہر جانے لگا۔

وُہ کیمپ کو نظر نہ آ رہا تھا پھر بھی اُس نے اٹکل پچّو ہاتھ چلا کر اُسے پکڑنے کی کوشش کی۔ دروازے کے باہر اُن میں ہاتھا پائی ہوئی۔ غیبی آدمی نے کیمپ کے بال پکڑ کر جھٹکے دیئے، پھر گھُونسا مار کر اُسے گرا دیا اور دو تین ٹھوکریں ماریں۔

اُدھر کرنل صاحب سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے رُک کر حیرت سے یہ دیکھنے لگے کہ کیمپ آخر خود بخود پٹخنیاں کیوں کھا رہا ہے۔ یکایک کوئی بھاری بھرکم چیز ان سے آ کر چمٹ گئی۔ کرنل صاحب نے دل میں کہا "یہ کیا غضب ہے۔ کوئی نظر نہیں آ رہا

تو یہ مجھ سے چمٹ کون گیا ہے؟"

انھیں اس سے زیادہ سوچنے کا موقع نہ ملا کیونکہ فوراً ہی انھیں کسی غیبی چیز نے دھکا دے دیا اور وُہ بھد بھد کرتے سیڑھیوں پر لُڑھکتے چلے گئے۔ پولیس کے دو سپاہی جو ان کے ساتھ آئے تھے اور دروازے کے پاس کھڑے تھے، انھیں سنبھالنے دوڑے۔ اتنے میں باہر جانے کا دروازہ خود بخود زور سے کھُلا اور بند ہو گیا۔

کرنل صاحب اپنی پیٹھ سہلاتے ہوئے اُٹھے۔ کیمپ بھی لنگڑاتا ہُوا نیچے آ گیا۔ وُہ دُھول میں اٹا ہُوا تھا اور اُس کے مُنہ اور ناک سے خون نکل رہا تھا۔ وُہ بولا "کرنل صاحب! کام چوپٹ ہو گیا۔ غیبی آدمی بچ کر نکل گیا ہے۔"

کرنل صاحب نے وردی جھاڑتے ہوئے پُوچھا۔

"اب کیا کرنا چاہیئے؟"

کیمپ نے کہا "اسے جلد از جلد گرفتار کرنا ضروری ہے۔ وُہ جنُونی، پاگل اور خود غرض آدمی ہے۔ اُسے سوائے اپنے فائدے کے کسی چیز کی پروا نہیں۔ آج صُبح میں نے اس کی ہولناک آپ بیتی سُنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ وُہ قتل و غارت پر تُلا بیٹھا ہے۔ آپ پولیس کو اُس کے پیچھے لگا دیں۔ اگر وُہ کہیں دُور نکل گیا تو سخت مشکل ہو گی۔ تمام ریلوں، سڑکوں اور ملک سے باہر جانے والے جہازوں کی نگرانی ہونی چاہیے۔ فوج طلب کر لی جائے تو ہرج نہیں۔ غیبی آدمی کو یہاں رُکنا تو نہیں چاہیے مگر شاید وُہ رُکنے پر مجبُور ہو۔ اُس کی تین بے حد اہم کتابیں ماروَل کے پاس ہیں۔"

"لیکن ماروَل کہتا ہے کہ کتابیں اس کے پاس نہیں ہیں۔" کرنل صاحب نے بتایا۔

کیمپ بولا "غیبی آدمی کے خیال میں کتابیں اُسی کے پاس ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ اُسے کہیں کھانے پینے یا سونے کا موقع نہ مل سکے۔ سارے ضلع میں کھانے پینے کی چیزیں تالا لگا کر رکھی جائیں اور مکان اندر سے بند رہنے چاہئیں۔ یہ کام سب لوگوں کے مل کر کرنے کا ہے۔ میں ایک دفعہ آپ کو پھر خبردار کرتا ہوں کہ اگر یہ مُوذی پکڑا نہ گیا تو آفت آ جائے گی۔"

کرنل صاحب کہنے لگے "میں ابھی تھانے جا کر انتظام کرتا ہوں اور کوئی مشورہ؟"

کیمپ بولا "ہاں اس پر کُتّے چھوڑ دیجیے۔ کُتّے اسے دیکھ نہیں سکتے لیکن اُس کی بُو سُونگھ لیتے ہیں۔"

"یہ اچھا خیال ہے۔" کرنل صاحب نے کہا "اور کچھ؟"

"ہاں۔ ایک چیز اور ہے۔" یہ کہتے کہتے کیمپ ذرا جھجکا "ہے تو بڑے ظُلم کی بات مگر مجبُوری ہے تمام بڑی بڑی سڑکوں پر جا بجا شیشے کا چُورا بکھیر دیا جائے۔ وُہ ننگے پاؤں ہے۔"

یہ تجویز کرنل صاحب کو بھی ناگوار گزری۔ کہنے لگے۔ "دل نہیں مانتا۔ بہر حال، اگر ظلم کرنے میں پہل اس نے کی تو میں بھی کوئی کسر اُٹھا نہ رکھوں گا۔"

کیمپ نے رُوکھے انداز میں کہا "آپ ناحق فکر کرتے ہیں۔ اس آدمی کا خُون مُعاف ہے۔ جو شخص ایسی واہیات حرکتیں کرتا پھرے، اُسے انسانوں کی برادری سے خارج سمجھیے۔ وُہ ہم میں سے نہیں۔ وُ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درندہ بن چکا ہے۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیبی آدمی کیمپ کے مکان سے غصّے میں بھرا ہُوا نکلا تھا۔ مکان کے پھاٹک کے پاس ایک بچّہ کھیل رہا تھا۔ غیبی آدمی نے اُسے اُٹھا کر پھینک دیا۔ بے چارے کی ٹخنے کی ہڈّی ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد کئی گھنٹے تک اُس کا اتا پتا نہ ملا۔ غالباً وُہ برڈوک سے کچھ دُور جھاڑ جھنکاڑ سے اَٹے ہوئے ویرانے میں کہیں جا چھپا ہو گا۔

اگر وُہ چاہتا تو دو بجے سے پہلے پہلے کسی ریل گاڑی پر سوار ہو کر آسانی سے بہت دُور جا سکتا تھا۔ لیکن دو بجے کے بعد تمام آنے جانے والی مسافر گاڑیوں کے دروازے بند کر دیئے گئے اور مال گاڑیوں کی آمد و رفت بند ہو گئی۔

برووڈگ کے اِرد گِرد میلوں تک، لوگ بندوقیں اور لٹھ لے کر، تین تین، چار چار کی ٹولیاں بنائے ہر طرف گشت کرتے نظر آ رہے تھے۔ اُن کے ساتھ کُتّے بھی تھے۔ گھُڑ سوار پولیس کے سپاہی گاؤں گاؤں جا کر لوگوں کو خبردار کر رہے تھے۔ بچّوں کے تمام سکول بند کر دیئے گئے۔ کیمپ

نے کرنل صاحب کو ایک اشتہار لِکھ کر دیا۔ جو ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر جا بجا لگوا دیا گیا۔ اِس اشتہار میں بتایا گیا تھا کہ غیبی آدمی کون ہے، وُہ کیا کرنا چاہتا ہے اور اُس کو کیسے پکڑنا چاہیئے۔

سینکڑوں مُربّع میل کے علاقے میں ایک ہنگامہ مچا ہُوا تھا۔ ہر آدمی اپنی جگہ چوکنّا تھا۔ شام کے وقت ایک اور ہولناک خبر پھیلنی شروع ہُوئی۔ غیبی آدمی نے ایک بے گناہ شخص کو قتل کر دیا تھا۔

ادھیڑ عُمر کا یہ شخص برڈوک کے نوّاب صاحب کا مُلازم تھا اور بالکل بے ضرر اور بھولا بھالا آدمی تھا۔ اُس کے بارے میں یہ توقّع کی ہی نہیں جا سکتی تھی کہ اُس نے غیبی آدمی کو تنگ کیا ہو گا۔ پتا نہیں کِس وجہ سے طیش کھا کر اُس نے لوہے کی سلاخ مار مار کر اُسے ہلاک کر دیا۔

اس واقعے کا چشم دید گواہ کوئی نہ تھا۔ مُلازم کی لاش نوّاب صاحب کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر ایک گڑھے میں پڑی ملی تھی۔ اس قتل سے ظاہر ہوتا تھا کہ غیبی آدمی کا جُنون انتہا کو پہنچ چُکا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

البتہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ غیبی آدمی کُتّوں سے بچنے کے لیے لوہے کی سُلاخ لیے جا رہا ہو اور مُلازم نے سلاخ کو خود بخود ہوا میں سفر کرتے دیکھ کر اُس کا پیچھا کیا ہو یا اپنی چھڑی اس پر ماری ہو۔ اب یہ تو سب کو پتا ہے کہ غیبی آدمی بہت بدمزاج تھا۔ اُس نے غصّے میں آ کر ملازم کو جان سے مار دیا ہو تو تعجّب نہیں۔ مگر یہ سب خیالی باتیں ہیں۔ صحیح بات کسی کو آج تک معلوم نہ ہو سکی۔

ملازم کو قتل کرنے کے بعد غیبی آدمی نے کیا کیا اور وُہ کہاں گیا؟ اس بارے میں کسی کو کچھ پتا نہیں۔ اتنا یقینی ہے کہ گھوم پھر کر اُسے یہ اندازہ ضرور ہو گیا ہو گا کہ اُسے گرفتار کرنے کے کیا کیا انتظام کیے گئے ہیں اور کس طرح ہزاروں آدمی اور شکاری کتّے اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اگر وُہ کیمپ کو اپنا راز نہ بتاتا تو مزے میں رہتا۔ اب اس کی بتائی ہوئی باتیں خود اسی کے خلاف استعمال ہو رہی تھیں۔

آخری دن

اگلے دن دوپہر کی ڈاک میں کیمپ کے نام ایک بیرنگ لفافہ آیا جس پر ایک گاؤں کی مُہر لگی ہوئی تھی۔ لفافے میں سے ایک چکٹا سا کاغذ نکلا جس پر پنسل سے لکھا تھا۔ "تم نے بڑی مُستعدی کا ثبوت دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں آدمیوں کو میرے پیچھے لگا دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے برباد کر کے تمھیں کیا ملے گا۔ خیر، تم اِتنی چالیں چلنے کے بعد بھی میرا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ میں نے رات ایک جگہ ڈٹ کر کھانا کھایا اور چین سے سویا بھی۔ آج سے مقابلہ شروع ہے۔ میں ایسی دہشت پھیلاؤں گا کہ لوگوں کی نیندیں حرام ہو جائیں گی۔ اپنے کرنل سے کہہ دو کہ آج سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

برڈوک پر ملکہ وکٹوریہ کی نہیں میری حکومت ہے۔ میری آج تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہو گا۔ غیبی آدمی کا دور۔ آج ایک آدمی کو موت کی سزا دی جائے گی تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اُس آدمی کا نام کیمپ ہے۔ وہ لاکھ کوشش کرے، موت سے نہیں بچ سکتا۔ اُس کی موت سے لوگوں پر رُعب پڑے گا اور وہ میرا کہنا ماننے لگیں گے۔ کیمپ! مرنے کے لیے تیار ہو جا۔ آج تیرا آخری دن ہے۔"

کیمپ نے یہ خط دو بار پڑھا اور دل میں کہا۔ "یہ مذاق نہیں۔ غیبی آدمی جو کہے گا وہ کرے گا۔"

اُس نے اپنی نوکرانی کو بلایا اور کہا کہ گھر کے سارے دروازے اور کھڑکیاں مضبوطی سے بند کر دو۔ اس کے بعد اس نے کرنل صاحب کے نام ایک رُقعہ لکھا اور نوکرانی کے ہاتھ بھجوا دیا۔ پھر میز کی دراز سے پستول نکالا، اس میں گولیاں بھریں اور اپنے آپ سے بولا "مقابلہ شروع ہے۔ اچھا، غیبی آدمی! آج تمھاری شامت آ ہی گئی۔ گیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ تم نے مجھ سے ٹکر لینے کی کوشش کی

ہے۔ آج تمھاری ساری شیخی کرکری ہو جائے گی۔"

اتنی ڈینگیں مارنے کے باوجود اس پر خاصی گھبراہٹ طاری تھی۔ مکان میں کہیں ذرا سا کھڑکا بھی ہوتا تو وہ اُچھل پڑتا۔ کئی بار اُس نے اُٹھ کر سارے دروازے اور کھڑکیاں دیکھے بھالے۔

یکایک دروازے کی گھنٹی بجی۔ کیمپ نیچے اُترا اور ذرا سا دروازہ کھول کر جھانکنے لگا۔ سامنے کرنل صاحب کھڑے تھے۔ ان کے اندر آتے ہی کیمپ نے چٹخنی لگا دی۔

کرنل صاحب بولے "ڈاکٹر! غیبی آدمی نے وہ رقعہ تمھاری نوکرانی سے چھین لیا۔ اس بے چاری پر تو دورہ پڑ گیا ہے۔ تم نے رُقعے میں کیا لکھا تھا؟"

کیمپ نے بیرنگ لفافہ لا کر کرنل صاحب کو دے دیا۔ کرنل صاحب خط پڑھ کر بولے "اوہو! مُعاملہ اِتنا خطرناک ہو گیا —— اس نے یہ خط مذاق میں تو نہیں لکھا؟"

"مذاق کرنا وہ جانتا ہی نہیں" کیمپ بولا۔

کرنل صاحب نے کچھ کہنے کو مُنہ کھولا ہی تھا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُوپر مطالعے کے کمرے میں بڑے زور کا چھناکا ہوا۔ جیسے بہت سے شیشے ٹوٹ کر گرے ہوں۔ ابھی وہ سیڑھیاں چڑھ ہی رہے تھے کہ ایک اور چھناکا ہوا۔ جا کر دیکھا تو دونوں کھڑکیوں کا ایک بھی شیشہ سلامت نہیں تھا۔ کمرے میں کانچ کے ٹکڑوں کے علاوہ دو سیر سیر بھر کے پتھر بھی پڑے تھے۔

کرنل صاحب نے کہا "کیا وہ اُوپر چڑھ کر اس کمرے میں آ سکتا ہے؟"

"ناممکن!" کیمپ نے جواب دیا۔

وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک ایک کر کے نچلی منزل کی کھڑکیاں ٹوٹنی شروع ہوئیں۔ مگر نچلی کھڑکیوں میں شیشوں کے پیچھے لکڑی کے پٹ بھی تھے اور وہ اندر سے بند تھیں۔

کیمپ نے کہا "یہ کم بخت سارے شیشے توڑ کر ہی دم لے گا۔ احمق کہیں کا۔ شیشے ٹوٹ کر باہر گر رہے ہوں گے۔ اِن سے اُس کا اپنا پاؤں زخمی ہو سکتا ہے۔"

کرنل صاحب بولے "بھئی ایسا کرتے ہیں کہ میں تھانے جا کر شکاری کُتّے لے آتا ہوں۔ وہ اُس کی

بوٹی کر ڈالیں گے۔ تم مجھے کوئی لاٹھی وغیرہ دو میں باہر جاؤں۔"

"آپ میرا پستول لے جائیے" کیمپ نے کہا۔

غیبی آدمی مکان کے پچھلے حصّے کی کھڑکیاں توڑنے میں مصروف تھا۔ اُدھر کرنل صاحب نے پستول جیب میں ڈال کر چپکے سے بڑا دروازہ کھولا اور باہر نکل گئے۔ کیمپ نے فوراً دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

کرنل صاحب لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے پھاٹک کے پاس پہنچے ہی تھے کہ پیچھے سے آواز آئی۔ "ٹھہر جاؤ"۔ کرنل صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور کھڑے ہو گئے آواز اور پاس سے آئی۔ "مکان میں واپس جاؤ۔"

کرنل صاحب نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "نہیں جاتا۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟" آواز نے پوچھا۔

"تمھیں اس سے کیا کہ میں کہاں جا رہا ہوں" کرنل صاحب نے تیزی سے جواب دیا۔ فوراً کسی نے اُن کے گلے میں ہاتھ ڈال کر پیچھے گھسیٹا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹخنے پر زور سے ٹھوکر ماری۔ کرنل صاحب نے گرتے گرتے، بغیر کسی نشانے کے فائر کیا۔ فائر کرنا تھا کہ کسی نے ان کے مُنہ پر پاؤں رکھ دیا اور ہاتھ مروڑ کر پستول چھین لیا۔ پھر اس کے ہنسنے کی آواز آئی۔ کرنل صاحب نے چت پڑے پڑے دیکھا کہ پستول کوئی چھ فُٹ اُوپر ہوا میں لٹکا ہُوا ہے اور نالی کا رُخ اُن کی طرف ہے۔

آواز آئی۔ "جو میں کہتا ہوں وُہ کرو۔ اُٹھو اور واپس چلو۔"

"وُہ مجھے اندر نہیں آنے دے گا۔" کرنل صاحب بولے۔

آواز آئی۔ "میرا تُم سے کوئی جھگڑا نہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مجھے تمھارا کام تمام کرنا ہی پڑے گا۔"

کرنل صاحب نے دوبارہ خُشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور اِدھر اُدھر دیکھا۔ بہت ہی خوشگوار منظر تھا۔ تیز اُجلی دُھوپ، ہلکی ہلکی ہوا، لان میں ہری ہری لہراتی ہوئی گھاس، جھاڑیاں پھُولوں سے لدی ہوئی، سُنہری اور کتھئی تتلیاں اُڑتی ہوئی اور سر پر گہرا نیلا

آسمان۔ انھیں اچانک احساس ہوا کہ یہ دُنیا کتنی خُوب صورت ہے اور زندگی کتنی بڑی نعمت ہے۔ اُنھوں نے دل میں کہا کہ غیبی آدمی کے ہاتھوں مارے جانے کا کیا فائدہ۔ وُہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"تم دروازہ کھُلنے پر مکان میں گھُسنے کی کوشش تو نہیں کرو گے؟" اُنھوں نے پُوچھا۔

"تمھیں اس سے کیا کہ میں کیا کروں گا۔" غیبی آدمی بولا۔

کرنل صاحب نے مکان کا رُخ کیا۔ اُن کے پیچھے پیچھے پستول ہوا میں تیرتا آ رہا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چند قدم چل کر کرنل صاحب کا ارادہ بدل گیا۔ وُہ بجلی کی سی تیزی سے اُلٹے پاؤں پیچھے کو کُودے اور مُڑ کر پستول چھیننا چاہا۔ لیکن غیبی آدمی اُن سے زیادہ پھُرتیلا ثابت ہوا۔ اس نے کرنل صاحب کا ہاتھ پستول تک پہنچنے ہی نہ دیا۔ پھر پستول چلنے کی آواز آئی اور کرنل صاحب دھڑام سے نیچے گر گئے۔ اُنھوں نے دو تین کروٹیں لیں۔ پھر اس کے بعد اُن کے جسم کو حرکت نہ ہوئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیمپ مطالعے کے کمرے میں چھپا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کرنل صاحب پر گولی چلانے کے بعد غیبی آدمی نے کئی بار باہر کا دروازہ زور زور سے جھنجھوڑا مگر وہ بہت مضبوطی سے بند تھا کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔ کیمپ نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ سڑک پر فرلانگ بھر دُور اس کی نوکرانی دو کانسٹبلوں کے ساتھ چلی آ رہی ہے۔

یہ دیکھ کر اُس کی ڈھارس بندھی تھی کہ نیچے سے ایک نیا شور سنائی دیا۔ ایسا لگا جیسے لکڑی کے تختے چرچرا کر پھٹ رہے ہوں۔ غیبی آدمی کو کہیں سے کلہاڑا ہاتھ آ گیا تھا اور وہ باورچی خانے کے دروازے کے پرخچے اُڑا رہا تھا۔ کلہاڑے کی ہر ضرب کے بعد اس کا قہقہہ سنائی دیتا۔ کیمپ کے ہاتھ پاؤں پھُول گئے۔ باورچی خانے کا دروازہ ٹوٹتے ہی غیبی آدمی اندر گھُس آئے گا اور پستول بھی اُس کے پاس تھا۔

اس سے پہلے کہ باورچی خانے کا دروازہ ٹُوٹتا بڑے دروازے کی گھنٹی بجی اور کیمپ بے تحاشا اُدھر دوڑا۔ دروازہ کھلتے ہی نوکرانی اور دونوں

کانسٹبل ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اندر گھُس آئے۔

کیمپ نے دروازہ بند کر کے کہا "غیبی آدمی نے کرنل صاحب کو گولی مار دی۔ تم نے دیکھا نہیں؟" اُس نے پھاٹک کی طرف اشارہ کیا۔

"ہم دوسرے پھاٹک سے آئے ہیں" نوکرانی نے بتایا۔

"یہ کواڑ کون توڑ رہا ہے؟" ایک کانسٹبل نے پُوچھا۔

"غیبی آدمی۔ وہ اندر آنا چاہتا ہے۔ اُس کے پاس پستول بھی ہے۔"

کیمپ یہ کہہ کر کھانے کے کمرے سے لوہے کی دو سلاخیں اُٹھا لایا۔ یہ آتش دان کی آگ کریدنے کی سلاخیں تھیں۔ کانسٹبل سلاخیں لے کر کھڑے ہو گئے۔ اُدھر غیبی آدمی نے نعرہ لگایا اور باورچی خانے سے چینی کے برتن ٹوٹنے کی آواز آئی۔ وہ اندر آ گیا تھا۔ اور لمحے بھر بعد وہ ان کے سامنے تھا۔ سامنے کیا، بس ہوا میں پستول اور کلہاڑا نظر آ رہا تھا۔

اُس نے آتے ہی کیمپ پر فائر کیا لیکن نشانہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خطا گیا۔ گولی چلتے ہی کیمپ اور اُس کی نوکرانی
بھاگ کر کھانے کے کمرے میں جا چھپے۔ ایک کانسٹبل
نے زور سے پستول پر سُلاخ ماری۔ پستول فرش
پر جا گرا۔ کلہاڑا بھی نیچے ہو گیا۔ انھیں غیبی آدمی
کے زور زور سے ہانپنے کی آواز آ رہی تھی۔ وُہ
بولا۔ "تم دونوں سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میری لڑائی
کیمپ سے ہے۔"

"اور ہماری تم سے" ایک کانسٹبل نے کہا اور فوراً
آگے بڑھ کر کلہاڑے کی طرف جھپٹا۔ وار
خالی گیا اور کانسٹبل جھونک کھا کر آگے کو جھکا۔
فوراً ہی غیبی آدمی نے اُس کے سر پر کلہاڑا مارا۔
کانسٹبل کی لوہے کی ٹوپی ٹوٹ گئی اور وُہ تیورا کر
نیچے گرا۔

لیکن دوسرا کانسٹبل تاک لگائے کھڑا تھا۔ اُدھر
غیبی آدمی نے کانسٹبل کی ٹوپی پر وار کیا، اِدھر اُس
نے سُلاخ گھما کر کلہاڑے کے دستے کے سرے پر
ماری۔ سُلاخ کسی نرم چیز سے ٹکرائی، جو چیخ گئی۔
غیبی آدمی نے بلبلا کر چیخ ماری اور کلہاڑا اُس
کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ کانسٹبل نے جھٹ کلہاڑے

پر پاؤں رکھ دیا اور سلاخ گھمانے لگا۔ مگر غیبی آدمی
اُس کی زد سے باہر نکل چکا تھا۔

اتنے میں پہلا کانسٹبل اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کا
چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔ اُس نے پوچھا "وُہ
کہاں ہے؟"

"پتا نہیں" اس کا ساتھی بولا۔ "میں نے اُسے
زخمی کر دیا ہے یا تو وُہ اِسی کمرے میں ہے یا
کہیں اِدھر اُدھر بھاگ گیا ہے۔ میں نے کہا۔
ڈاکٹر کیمپ!"

اس کے ساتھی نے بھی آواز دی "اجی ڈاکٹر
صاحب" لیکن کھانے کے کمرے سے کوئی جواب
نہ آیا۔ جا کر دیکھا تو کمرہ خالی اور کھڑکی کھُلی
پڑی ہے۔

"ڈاکٹر کیمپ بڑا بہادر نکلا" پہلے کانسٹبل نے
مذاق اُڑایا۔

دوسرے نے کہا "کیا دُم دبا کے بھاگا ہے"۔
اُنھیں غصہ اس بات کا تھا کہ کیمپ نے اُن کا
ذرا بھی ساتھ نہ دیا۔

کیمپ کے مکان کے پاس مسٹر ہیلاس کی کوٹھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی - جب یہ ہنگامہ ہو رہا تھا تو وہ پڑے سو رہے تھے - آنکھ کھلتے ہی وہ اُٹھے تو اتفاق سے اُن کی نظر کیمپ کے مکان پر پڑی - ایسا معلوم ہوا جیسے وہاں کوئی بڑا بھاری فساد ہوا ہے - کوئی کھڑکی ایسی نہ تھی جس کے شیشے ٹوٹے ہوئے نہ ہوں -

اُنھوں نے کہا "حیرت ہے - جب میں سونے لیٹا تھا تو مکان اچھا بھلا کھڑا تھا"

ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک اور تماشا ہوا - کھانے کے کمرے کی کھڑکی کھلی اور کیمپ اور اُس کی نوکرانی بدحواسی کے عالم میں اس میں سے کود کر بھاگے - مسٹر ہیلاس کو غیبی آدمی سے پالا نہیں پڑا تھا اور وہ اُسے گپ سمجھتے تھے - لیکن کیمپ کو اس طرح بھاگتے دیکھ کر اُن کی سٹی گم ہو گئی اور اُنھوں نے کوٹھی میں شور مچا دیا "کھڑکیاں ، دروازے بند کر لو - غیبی آدمی آ رہا ہے"

یہ سنتے ہی کوٹھی میں حشر برپا ہو گیا - نوکر سب کام چھوڑ کر کھڑکیوں اور دروازوں کی طرف دوڑے مسٹر ہیلاس اپنے کمرے کی کھڑکی بند کر رہے تھے کہ

اُنھوں نے دیکھا کہ کیمپ کوٹھی کے جنگلے کو پھلانگ کر ان کی طرف دوڑا آ رہا ہے - اُنھوں نے کھڑکی کا پٹ ذرا سا کھول کر زور سے کہا "یہاں نہ آؤ مجھے افسوس ہے کہ غیبی آدمی تمھارے پیچھے لگا ہوا ہے لیکن میں تمھیں اندر نہیں آنے دوں گا - خدا حافظ!" اور جلدی سے کھڑکی بند کر لی -

اب کیمپ کے سامنے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ بھاگ کر برڈوک میں پناہ لے - زندگی میں پہلی مرتبہ اُسے احساس ہوا کہ وہ سڑک جو اس کے گھر کو قصبے سے ملاتی تھی کتنی سنسان ہے - قصبہ بہت دور معلوم ہو رہا تھا - وہ اندھا دھند بھاگتا رہا - جب وہ ذرا آہستہ پڑتا تو اُسے غیبی آدمی کے پیروں کی آواز سنائی دینے لگتی جو تیزی سے اُس کے پیچھے آ رہا تھا - اُس کی آہٹ سنتے ہی کیمپ دُگنی رفتار سے بھاگنے لگتا -

خدا خدا کر کے قصبہ قریب آیا - اسے جولی کرکٹرز نامی چائے خانہ صاف نظر آنے لگا - چائے خانے سے تھوڑا اِدھر ایک ٹرام کھڑی تھی جس کا کنڈکٹر مُنہ کھولے حیرت سے اُس کی طرف تک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا۔ اور بھی کئی آدمی رُک کر اُسے دیکھنے لگے تھے۔

کیمپ کا سانس پھُول چکا تھا۔ اُس نے دل میں کہا کہ تھا نہ ابھی دُور ہے۔ مجھے یہیں کہیں پناہ لینی چاہیے ورنہ تھک کر گر پڑوں گا۔ وُہ بھاگتے بھاگتے ٹرام اور چائے خانے سے آگے نکل گیا۔ اُسے بھاگنے کے سوا کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔ اگر وُہ مُڑ کر دیکھتا تو اسے پتا چلتا کہ بہت سے لوگ دکانوں اور مکانوں سے نِکل نِکل کر اُس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور اُن میں سب سے آگے ٹرام کا کنڈکٹر ہے۔

ذرا آگے جا کر کیمپ کو ایک طرف بجری اور ریت کے ڈھیر نظر آئے۔ وہاں کسی نالے کی مرمّت ہو رہی تھی۔ وُہ کچھ سوچ کر اُدھر ہی مُڑ گیا۔ ڈھیروں پر کھڑے مزدور ہاتھ روک کر حیرانی سے اُسے دیکھنے لگے۔ کیمپ نے نالے کو ایک ہی چھلانگ میں پار کر لیا اور دوسری طرف جا گرا۔

جلدی سے اُٹھ کر اُس نے مزدوروں سے کہا۔ "غیبی آدمی"! اور دوبارہ بھاگنا شروع کر دیا۔ لیکن

دس پندرہ قدم آگے جا کر اُس نے ذرا مُڑ کر دیکھا اور رُک گیا۔ اُسے پہلی مرتبہ احساس ہُوا کہ اُس کے اِرد گرد کتنے لوگ تھے۔ ٹرام کا کنڈکٹر نالا پھلانگ رہا تھا۔ دو تین مزدور بھی پھاوڑے لے کر اُس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کیمپ چیخا۔ "اِسے گھیرے میں لے لو۔ وُہ کہیں آس پاس ہی ہے۔"

غیبی آدمی سچ مچ آس پاس ہی تھا کیونکہ اگلے ہی لمحے کیمپ کی کنپٹی پر زور کا گھُونسا پڑا۔ وُہ لڑکھڑاتا ہُوا دو تین قدم ہٹا مگر گرا نہیں، سنبھل گیا۔ اُس نے اندازے سے غیبی آدمی کے گھُونسا رسید کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اُس کا گھونسا خطا گیا۔ اس کے فوراً بعد اُس کے جبڑے پر ایسا زبردست گھونسا پڑا کہ تارے نظر آ گئے اور وُہ نیچے گر گیا۔ غیبی آدمی اُس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور اُس کا گلا گھونٹنے لگا۔

مگر کیمپ کو گرتا دیکھ کر کنڈکٹر اور ایک بہت ہی ہٹا کٹا مزدور اُس کی طرف دوڑ پڑے۔ غیبی آدمی کیمپ کا گلا گھونٹ ہی رہا تھا کہ مزدور پھاوڑا لیے سر پر آ پہنچا۔ وُہ کیمپ کا چہرہ اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

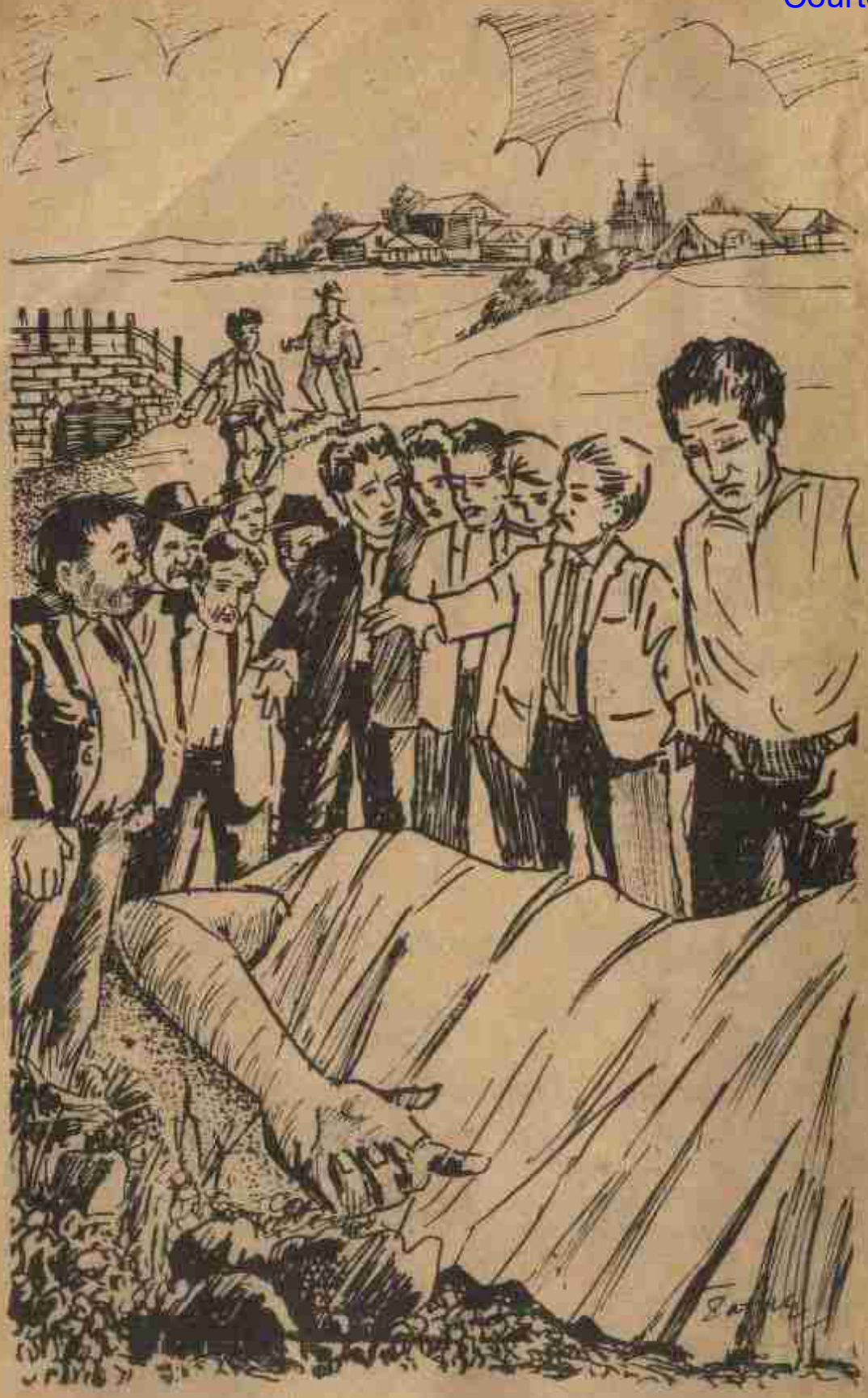

گلا دیکھ کر بھانپ گیا کہ غیبی آدمی اُس کے سینے پر سوار ہے اور اُس نے پھاوڑا اُٹھا کر اندازے سے اُس جگہ مارا جہاں غیبی آدمی کا سر یا کندھے ہونے چاہیئے تھے۔ پھاوڑا زور سے کسی ایسی چیز سے ٹکرایا جو نظر نہ آ رہی تھی۔ فوراً ہی غیبی آدمی کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور کیمپ ایک جھٹکے کے ساتھ اُس کے نیچے سے نکل آیا اور اُس سے لپٹ گیا "پکڑ لیا ہے۔ مدد۔ مدد"! وہ زور سے چیخا۔

اب کیا تھا ہر طرف سے لوگ غیبی آدمی پر پل پڑے۔ دُور سے دیکھنے پر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آدمیوں کا ڈھیر آپ ہی آپ اِدھر اُدھر لڑھک رہا ہے۔ اِس ڈھیر میں سے نعروں، چیخوں اور گالیوں کی آواز آ رہی تھی۔ غیبی آدمی نے بڑی جی داری سے مقابلہ کیا۔ وہ بار بار لوگوں کی گرفت سے نکل جاتا تھا۔ لیکن کیمپ اور کنڈکٹر اُسے جونک کی طرح چمٹ گئے تھے۔ اکیلا آدمی آخر اِتنے بہت سوں سے کب تک لڑتا۔ گھونسے اور لاتیں کھا کھا کر اُس کا کچومر نکل گیا۔ اور آخر اُس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا "رحم کرو! رحم کرو!"

اُس کی آواز اِتنی دردناک تھی کہ کیمپ کا دل پسیج گیا۔ اُس نے کہا "ہٹو! بس کرو! وُہ زخمی ہو گیا ہے"

لوگوں نے غیبی آدمی کو چھوڑ دیا اور گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے۔ کیمپ نے جُھک کر اُس کے ہاتھ پیر ٹٹولے، کان لگا کر اس کے دل کی دھڑکن سننے کی کوشش کی اور سر ہلاتا ہُوا سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"سانس بند ہو چُکا ہے اور دل کی دھڑکن سُنائی نہیں دے رہی" وُہ بولا۔

یکایک بھیڑ میں سے ایک آدمی نے چیخ کر کہا۔ "وُہ دیکھو!" جدھر اُس نے اشارہ کیا تھا۔ وہاں غیبی آدمی کا ہاتھ کا شفاف خاکہ نظر آنے لگا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کِسی نے شیشے کا ہاتھ بنا دیا ہو۔

"لو، اس کی ٹانگ بھی نظر آنے لگی" کوئی اور بولا۔

غیبی آدمی کا زخموں سے چُور جسم رفتہ رفتہ ظاہر

ہو رہا تھا۔ پہلے باریک باریک سفید نسیں نظر آئیں۔ پھر ہڈیاں نمودار ہوئیں جو شیشے کی بنی معلوم ہوتی تھیں۔ اس کے بعد رگوں کا جال بچھتا چلا گیا۔ جسم کی شفّافی میں سفیدی تیرنے لگی، جیسے صاف پانی میں دُودھ کے چند قطرے مِل گئے ہوں۔ جسم اور ٹھوس ہُوا اور پیچی کے گُودے سے مُشابہ ہو گیا۔

کُچھ دیر بعد لوگوں کے سامنے ایک تیس برس کے لمبے تڑنگے نوجوان کی لاش پڑی تھی۔ اُس کی مُٹھیاں بند اور آنکھیں کھُلی ہوئی تھیں اور چہرہ ایسا بھیانک تھا کہ ایک شخص بے اختیار بول اُٹھا "خُدا کے لیے اس کا چہرہ ڈھک دو"

کِسی شخص نے چادر لا کر غیبی آدمی کی لاش پر ڈال دی۔ بے چارہ گریفن! اب ہمیں غیبی آدمی کو اُس کے اصلی نام ہی سے یاد کرنا چاہیئے گریفن بلاشبہ ایک عظیم سائنس دان تھا مگر اس کی قِسمت میں یہی لکھا تھا کہ دھکّے کھاتا پھرے اور اُس کی لاش چوراہے پر پڑی نظر آئے۔

لیکن ٹھہریئے۔ ابھی یہ قِصّہ ختم نہیں ہُوا۔ ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آدمی سے ملنا باقی ہے۔ برڈوک سے بیس پچیس میل کے فاصلے پر ایک بندرگاہ ہے۔ بندرگاہ کے ایک کونے میں ایک چھوٹی سی سرائے ہے۔ اس کے مالک کو اگر آپ دیکھیں تو شاید پہچان لیں۔ چھوٹا قد، گول مٹول چہرہ، پکوڑا سی ناک اور بے ہنگم ڈاڑھی۔ جی ہاں، یہ وُہی ماروِل ہے۔ جو غیبی آدمی کی نقدی اور کتابیں لے کر بھاگ گیا تھا۔ غیبی آدمی کے مرنے کے بعد ماروِل کو تھانے میں بند رہنے کی کیا ضرورت تھی۔ وُہ برڈوک سے رخصت ہُوا۔ غیبی آدمی کی سینکڑوں اشرفیاں اس کے پاس تھیں۔ اگلی بندرگاہ پر پہنچ کر اُس نے ایک سرائے خرید لی اور اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگا۔

وُہ اپنے علاقے میں بہت مقبول ہے اور گاہکوں کی فرمائش پر بڑی خوشی سے غیبی آدمی کا قصّہ سُنایا کرتا ہے۔ البتّہ غیبی آدمی کی کتابوں کے ذکر کو وُہ پسند نہیں کرتا۔ اگر کوئی زیادہ پُوچھ گچھ کرے تو جواب دیتا ہے کہ برڈوک پہنچنے سے پہلے ہی وُہ کتابیں غیبی آدمی نے مجھ سے چھین لی تھیں۔ ڈاکٹر کیمپ نے خواہ مخواہ یہ مشہور کر دیا ہے کہ کتابیں

میرے پاس ہیں۔ مجھے اُن کا کچھ پتا نہیں۔

اُس نے مشہور تو یہی کر رکھا ہے کہ اسے ان کتابوں کا کچھ پتا نہیں لیکن کبھی کبھار رات کو، گاہکوں کے جانے کے بعد اپنے کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے بند کر کے وُہ ایک الماری کھولتا ہے اِس الماری میں ایک صندوقچی ہے اور صندوقچی کے ایک خانے میں تین موٹی موٹی کتابیں ہیں۔

در اصل ہُوا یہ تھا کہ ماروِل نے تھانے میں پناہ لینے سے پہلے ان کتابوں کو ایک خشک نالے میں گھاس پھُوس کے نیچے چھُپا دیا تھا اور غیبی آدمی کے مرنے کے بعد برڈوک سے جاتے وقت انھیں نکال کر لے آیا تھا۔

وُہ ان کتابوں کو سامنے میز پر رکھ لیتا ہے۔ اور پائپ سُلگا کر بڑی عقیدت سے اُنھیں چھُوتا اور کھولتا ہے اور پھر کہتا ہے: "یہ ضرب کا نشان جس کے سَر پر دو لکّھا ہے اور آگے زنبور سا بنا ہے — واقعی، آدمی بڑا قابل تھا۔"

وُہ پائپ پیتا اور ورق اُلٹتا جاتا ہے۔ اس کے خاک پلّے نہیں پڑتا مگر وُہ کہتا رہتا ہے: "کیسے کیسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نسخے یہاں لکھے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ کوئی نسخہ پوری طرح میری سمجھ میں آ جائے، پھر دیکھنا۔ لیکن میں اس جیسی حرکتیں نہیں کروں گا۔" وہ اسی طرح بیٹھا خیالی پلاؤ پکاتا رہتا ہے۔

اور اگرچہ ڈاکٹر کیمپ نے ان کتابوں کی تلاش میں، جن میں غیبی آدمی بننے کے طریقے کے علاوہ اور بھی کئی حیرت انگیز سائنسی راز درج ہیں، سارا انگلستان چھان مارا ہے لیکن سوائے مارول کے کسی کو پتا نہیں اور نہ پتا چلے گا کہ وہ کہاں ہیں۔

WAHEED LIBRARY
A-25, BLOCK "Q"
NORTH NAZIMABAD
KARACHI-33.

Rashid Ashraf-zest70pk@gmail.com

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بچوں کے لیے دلچسپِ ناول

- ٹارزن
- ٹارزن کی واپسی
- ٹارزن اور درندے
- ٹارزن کا بیٹا
- بادشاہ کا خواب — پہلا حصہ
- پُراسرار جزیرہ — دوسرا حصہ
- نوشیرواں کی بیٹی — تیسرا حصہ
- امیر حمزہ میدانِ جنگ میں — چوتھا حصہ
- امیر حمزہ کوہ قاف میں
- کالا جزیرہ
- نورا
- منحوس قلعہ
- چاند پر پہلا آدمی
- دُنیا کا سفر
- پُراسرار آبدوز
- ہاتھی دانت کے چور
- دولت پور میں
- کیا وہ خواب تھا؟
- خونی جزیرہ

- آتش فشاں کی وادی
- شاہین اور دشمن درندے
- قیدی
- مریخ کا حملہ
- بونے اور دیو
- گرہ کٹ
- نرگس
- اندھیرا غار
- خون کی ہولی
- چاندی کے چور
- کشمیر کی بیٹی
- دو یتیم
- نجمہ کی سرگزشت
- بارہ بھائی
- وہ کیا راز تھا؟
- بھوت بنگلہ
- غیبی انسان
- سفید انام منگوبہ
- شاہین محاذِ جنگ پر

- عالی پر کیا گزری؟
- پناکو کے کارنامے
- سلیم کی آپ بیتی
- محمود پر کیا بیتی
- خزانے کا راز
- ایک بچہ، ایک چور
- گوریلا
- پانچ لاکھ
- سندر بن کا خزانہ
- چھنگلو میاں کے کارنامے
- ویران محل
- رابنسن کروسو
- دشمن کی سازش
- شاہین کی واپسی
- سلیمانی خزانہ
- نیلا طوطا
- سرکس کا ہاتھی
- ایک ٹانگ کا آدمی
- کالا ناگ

فیروز سنز لمیٹڈ
لاہور ● راولپنڈی ● کراچی